بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گوشت کے متعلق ہندوؤں کا اعتراض

[افاداتِ قاسم کی روشنی میں]

مولانا حکیم فخر الاسلام مظاہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَھُم مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَا ماً فَھُمْ لَھَا مَا لِکُوْن۔وَذَلَّلْنٰھا لَھُم فَمِنْھَا رَکُوْبُھُمْ وَ مِنْھَا یاْ کُلُوْن. وَلَھُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا یَشْکُرُوْن.

کیا اِن (مشرک) لوگوں نے اِس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے اُن کے (نفع کے) لیے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مواشی پیدا کیے (ہمارے مالک بنانے سے) یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں اور (آگے اُس نفع کی کچھ تفصیل ہے کہ) ہم نے اُن مواشی کو اُن کا تابع بنا دیا، سو (وہ اُن کے کام میں لانے سے کام دیتے ہیں۔ چناں چہ) اُن میں بعضے تو اُن کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور اُن میں اُن لوگوں کے اور بھی نفع ہیں (جیسے بال کھال ہڈی وغیرہ مختلف طریقوں سے استعمال میں آتے ہیں۔ اور اُن میں اُن لوگوں کے) پینے کی چیزیں بھی ہیں (یعنی دودھ)، سو کیا (اس پر بھی) یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔ (جس میں اقدم اور اہم قبولِ توحید ہے)۔

[گوشت کھانے پر ہندوؤں کے کچھ اعتراضات ہیں جو وقتاً فوقتاً دہرائے جایا کرتے ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلی مرتبہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے مذہبی امور میں مخالفت؛ بل کہ منافرت پھیلانے کا موقع انگریزوں کے تسلط کے بعد مخصوص حالات اور خاص فضا میں حاصل ہوا۔ اور اِس کے نتیجہ میں ۱۹ویں صدی کے اواخر میں منظّم پیمانے پر ہندوؤں کی طرف سے مذہب اسلام پر اعتراضات کیے گئے۔ اُنھی میں سے ایک اعتراض گوشت کھانے سے متعلق تھا۔ اُس وقت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اِن اعتراضات کا سنجیدگی کے ساتھ نوٹس لیتے ہوئے بڑے مکمل و مدلل انداز میں جوابات تحریر فرمائے جو مختلف تالیفات میں محفوظ ہیں۔ یہ جوابات بہت اہم ہیں اور راقم السطور کا اندازہ یہ ہے کہ عقلی طور

maujooda shubhat ke
jawabat qurbani 1441

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گوشت کے متعلق ہندؤوں کا اعتراض

[افاداتِ قاسم کی روشنی میں]

مولانا حکیم فخر الاسلام مظاہری

خالق اور مخلوق کے باہمی ربط و تعلق کی معرفت - الحمد للہ - مسلمانوں کو تو حاصل ہے؛ لیکن بعض ایسے لوگوں کی طرف سے جنہیں خدا اور مخلوق کے رشتے کی خبر نہیں، عین ماہِ ذی الحجہ سے پہلے سوشل میڈیا کی ایک پوسٹ میں - بکرے کو زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ:

''میں جان دار ہوں، گوشت نہیں، ہمارے بارے میں نظریہ بدلیں اور صرف سبزی کھانے والے بنیں۔''

اس پس منظر میں مناسب معلوم ہوا کہ اعتراض کی حقیقت واضح کر کے جواب بھی بیان کر دیا جائے، تا کہ سادہ لوح مسلمانوں کو کوئی بے چینی نہ ہو۔ لہٰذا عرض ہے کہ یہ اعتراض آج کا نیا نہیں ہے؛ بل کہ پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اور اِس کا جواب بھی مکمل و مدلل طور پر کتابوں میں موجود ہے۔ اُنھی میں سے ایک موقع وہ ہے جب شاہ جہاں پور میں ۷/ مئی ۱۸۷۶ء کو 'میلہ خدا شناسی' کے نام سے ایک اِجتماع کے موقع پر مختلف مذاہب کے نمائندوں کو جمع کیا گیا تھا۔ اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ ہر فریق اپنے مذہب کی حقانیت کے دلائل پیش کرے۔ اُس وقت اسلام کی نمائندگی کے لیے بعض دیگر موقر اہل علم کے علاوہ ا

پر اِس قدر گہرائی کے ساتھ مسئلہ کا جائزہ شاید کسی اور محقق و مفکر نے نہیں لیا ہے۔ دوسری طرف چوں کہ دور حاضر میں ملکی حالات کو ایک خاص رخ دینے کے حوالے سے اعتراضات تو زیادہ سے زیادہ پھیلائے جا رہے ہیں؛ لیکن جواب لوگوں کو پتہ نہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ مولانائے موصوف کی تمام تصنیفات سے استفادہ کر کے مسئلہ کا جائزہ اور جواب کو سہل انداز میں پیش کر دیا جائے۔ جن تصنیفات میں مسئلہ پر گفتگو ہے، اُن میں یہ کتابیں شامل ہیں: ۱- حجۃ الاسلام ۔۲- میلہ خدا شناسی ۔۳- مباحثہ شاہ جہاں پور ۔۴- انتصار الاسلام ۔۵- تحفۂ لحمیہ (۱۱۲ صفحات پر مشتمل مکمل کتاب اِسی موضوع پر ہے)۔۵- تقریر دل پذیر۔ [فخر الاسلام ۔۵/۷/۲۰۲۰ء]

مکتبہ: ظفر اشرف ۔ خانقاہ دیوبند

۹۰۸۴۸۸۶۷۰۹

maujooda shubhat ke jawabat qurbani 1441

لا امام محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ جانے سے پہلے یہ خیال کر کے کہ وہاں خدا جانے کس قسم کے اعتراضات و جوابات کی نوبت آئے؟ - اور چوں کہ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ زبانی گفتگو ہوگی؟ یا ہر شخص کو تحریری بیانات پیش کرنے پڑیں گے؟ اس لیے - احتیاط کے طور پر ایک تحریر لکھی جو بعد میں کتاب ''حجۃ الاسلام'' کے نام سے شائع ہوئی۔ اِس تحریر میں توحید، رسالت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے اور آپ کی اتباع میں نجات کے منحصر ہونے پر گفتگو ہے، عیسائیوں اور دیگر اہلِ کتاب کے اعتراضات کے جواب دیے گئے ہیں اور ساتھ ہی گوشت کھانے اور جانوروں کی قربانی کے متعلق ہندوؤں کے اعتراض کا جواب بھی تحریر فرمایا ہے۔ اِس جواب کے علاوہ دیگر چار رسالوں میں یہ موضوع زیرِ گفتگو آیا ہے۔ دوسری کتاب ۲- ''میلہ خدا شناسی''۔ ۳- مباحثہ شاہ جہاں پور۔ ۴- انتصار الاسلام۔ ۵- تحفۂ لحمیہ۔ ۶- تقریر دل پذیر۔

یہاں گوشت کھانے کے بارے میں شبہہ، جواب اور اس کے متعلق مکمل تحقیق ذکر کی جاتی ہے جو اِنہی رسالوں سے ماخوذ ہوگی۔ گفتگو کی ابتدا رسالہ ''حجۃ الاسلام'' سے کی جائے گی اور جہاں کہیں حضرت نانوتویؒ کے بعینہ الفاظ لیے جائیں گے، اُنہیں معکوس کوما میں کر دیا جائے گا۔ مضامین سہولت سے سمجھ میں آ جائیں، اِس کے لیے مرکزی اور ذیلی عنوانات قائم کر دیے گئے ہیں۔

[نمبر ۱-۹ رسالہ ''حجۃ الاسلام'' سے ماخوذ]

۱- گوشت کھانا مناسب بھی ہے اور اِنصاف پر مبنی بھی

اعتراض: ''حضراتِ ہنود کے دل میں شاید...... یہ خیال ہو کہ گوشت کے لیے جانوروں کا ذبح کرنا سراسر ظلم ہے۔ (کسی آسمانی مذہب میں) ایک جان کے لیے اِس قدر جانیں'' ضائع کرنا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟ پھر جانوں کی یہ بربادی محض ''ایک ذرا سی لذت کے لیے! یہ بھی نہیں کہ'' انسانی زندگی کا دار و مدار ''حیوانات کے گوشت پر ہو؟'' گویا ہندؤوں کا اعتراض یہ ہے کہ اسلام خدا کی طرف سے بھیجا ہوا مذہب کیوں کر ہوسکتا ہے جس میں اِس قدر ظلم و نا اِنصافی ہے؟

اب اِس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ ثابت کر دیا جائے کہ اسلام خدائی مذہب ہے۔ تو یہ بات تو ثابت شدہ ہے۔ ''حجۃ الاسلام'' میں خود مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اسے ثابت کیا ہے۔ دوسرا جواب مسئلہ سے متعلق ہے، وہ یہ کہ عقلی طور پر جو شبہہ کیا گیا ہے، اُسے ہی دور کر دیا جائے۔ اور وہ درج ذیل ہے:

جواب: ''ہم اگر بہ طور خود'' خدا کی اجازت کے بغیر'' جانوروں کو ذرا بھی ستائیں، تو بے شک ظلم ہو؛ مگر معلوم ہونا چاہیے کہ: ہم'' مالک الملک خدا کی اِجازت سے جانوروں'' کو حلال جانتے ہیں۔ (اب اگر) اُس کی اجازت کے بعد بھی جانور حلال نہ ہوں، تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ: خدا'' جو تمام کائنات کا مالک ہے، اُسے'' جانوروں کا اختیار نہیں، حیوانات'' کا وہ مالک ''نہیں۔ ایسی صورت میں دو بڑے اعتراض پیدا ہوتے ہیں جن سے نجات ممکن نہیں:

۱- مالک کو اپنی ملکیت سے بے دخل کرنا: ذرا خیال تو کیجیے! ''یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ مالک کو

اپنی چیز کا اختیار نہ ہو۔تماشا ہے کہ جانوروں کا ذبح کرنا تو ظلم ہو اور خدا تعالیٰ کو اپنی ملکیت میں اجازت دینے سے روکنا ''ظلم نہ ہو؟ تو یہ اعتراض کیا ہے، گویا خدا کے اختیار پر خود ہی ظلم ہے۔

۲-اپنی غرض کے لیے جانوروں سے نفع اُٹھانا کیا اُن کے حق میں انصاف ہے؟ اگر خدا کی اجازت کے بعد بھی جانوروں کی قربانی ظلم ہے،تو اُنہیں سواری کے لیے استعمال کرنا،اُن کی پیٹھ پر سامان لادنا، بوجھ ڈھونا اور دودھ پینا، کیا اُن کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟ کیا یہ انسان کا پیدائشی حق ہے؟ اگر ہے،تو کس اصول سے؟

سوال: ''اگر یہ خیال ہو کہ خدا کو مالک ہونے کی حیثیت سے اپنی ملکیت میں تو اختیار ہے؛ لیکن انسان کے واسطے جانور کا حلال ہونا مناسب نہیں؟

جواب: اِس کے جواب کے لیے ''مناسب'' کی حقیقت واضح ہونا ضروری ہے،لہٰذا:

☆ مناسب اگر اِس کو کہتے ہیں کہ اپنے حق کے موافق'' کام کیجیے،تو کوئی صاحب فرمائیں تو سہی کہ وہ ایسی کون سی چیز ہے کہ خدا کو اُس پر حق نہیں؟''

☆-اور اگر مناسب اس کو کہتے ہیں کہ:

☆ جیسے آئینہ اور پتھر میں ''فیض حاصل کرنے (acceptence) کی صلاحیت میں فرق ہے۔آئینہ میں زیادہ صلاحیت ہے، پتھر میں کم، اِس لیے آئینہ کو سورج زیادہ روشنی عطا کرتا ہے اور پتھر کو کم۔ اور استعداد (susceptibility) میں فرق ہونے کی وجہ سے یہی مناسب ہے کہ پتھر کو سورج کا فیض کم پہنچے۔اب اگر اس کے خلاف ہو تو اُسے نامناسب کہا جائے گا۔

☆اور مناسب کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ مثلاً: پرانے مکان کو گرا کر دوسرا نیا عمدہ مکان بنائیں،تو اُس کو کوئی شخص اِس لحاظ سے نامناسب نہیں کہہ سکتا کہ پکا عمدہ مکان بنانے کے قابل نہیں، ایسے ہی اگر حیوانات کو ذبح کر کے اُس کے گوشت سے بدنِ انسانی بنایا جائے،تو اسے بھی غیر مناسب نہیں کہا جا سکتا۔غرض: بری چیز کو توڑ پھوڑ کر عمدہ چیز کا بنانا ہرگز نامناسب نہیں؛ بل کہ عین مناسب ہے۔

مناسب کے اِن معانی کو پیشِ نظر رکھ کر حیوانات کے گوشت کو انسان کی مصلحت کے تناظر میں دیکھیے کہ: گوشت انسان کے لیے تو یوں مناسب ہے کہ اور غذائیں مادۂ بعید اور گوشت مادۂ قریب ہے۔لہٰذا گوشت سے کامل گوشت پیدا ہو،تو کچھ تعجب نہیں۔اور حیوانات کے حق میں یوں مناسب کہ پہلے اُس گوشت سے''جسمِ حیوانی کا قوام تھا،اب جسمِ انسانی کا قوام'' میسر آیا جس کا یہ حاصل نکلا کہ: پہلے پست اور کم درجہ کی روح کے لیے آلہ وسواری تھا، اب اعلیٰ درجہ کی روح کے لیے آلہ وسواری ہو گیا، یعنی گوشت پہلے: جانور کی خسیس اور ادنی درجہ کی روح کی سواری تھا، اب انسان جیسی برتر اور نفیس روح کی سواری ہو گیا۔اور حیوان کے گوشت کے شرف ومنزلت میں ترقی ہو گئی۔(حجۃ الاسلام؛تشریح وتحقیق فخر الاسلام ص۱۸۴-۱۸۶)

اِس طرح خدا کے مالک ہونے کی حیثیت سے اُس کی اِجازت پر نظر کرتے ہوئے بھی اور 'مناسب' کے اصول سے بھی یہ نتیجہ نکلا کہ: بے شک انسان اِس بات کا مستحق ہے کہ اُس کے لیے یہ چیزیں حلال ہوں۔

خلاصہ یہ کہ: ہم جانوروں کا گوشت خدا کی اجازت اور حکم سے کھاتے اور اُسے حلال جانتے ہیں،اس لیے یہ ظلم نہیں۔البتہ خدا کے حکم کی مخالفت، یہ درحقیقت ظلم ہے۔رہی مناسب ہونے کی بات،تو جانور کے گوشت سے انسان کے گوشت کی تعمیر ادنی سے اعلیٰ کی جانب ترقی ہے، جسے کوئی 'نامناسب' نہیں کہہ سکتا۔

۲-گوشت کھانا انسان کا طبعی تقاضا ہے

[حلال وحرام جانوروں کی تفریق بندے کے نفع کے لیے ہے]

سوال: کیا گوشت کھانا انسان کا طبعی عمل ہے؟

جواب: ''انسان کو'' شیر وچیتا وبھیڑیا وغیرہ کی طرح کچلیوں کا عطا کرنا خود اِس جانب'' اشارہ کرتا'' ہے کہ اُس کی اصلی غذا گوشت ہے۔'' اور سمجھ دار لوگوں'' کے نزدیک یہ بات (کچلیوں کا ہونا) کم از اجازت نہیں۔'' کیوں کہ انسان کو'' جتنی چیزیں دی گئی ہیں کسی نہ کسی کام کے لیے دی گئی ہیں۔ آنکھ، کان جیسے دیکھنے سننے کے لیے ہیں اور اِس لیے دیکھنے، سننے کی اجازت ہوئی، ایسے ہی'' جب گوشت کھانے کے لیے کچلیاں دی گئی ہیں، تو گوشت کھانے کی اِجازت کیوں نہ ہوگی؟''

سوال: اگر انسان کے لیے گوشت کھانا اس لیے درست ہے کہ اُس کے داتوں میں کیلے ہوتے ہیں۔تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعضے اور جانوروں کے بھی کیلے ہوتے ہیں اور وہ گوشت خور نہیں۔؟

جواب: گوشت کھانے کے لیے کیلوں کی ضرورت ہے۔جس کے کیلے ہوں اُس کے لیے گوشت کھانا لازم نہیں۔ کیوں کہ کسی چیز کا استعمال کرنا، نہ کرنا طبعی میلان، پسند، رغبت، عادات، علاقے، خطے اور مزاج پر موقوف ہے۔ گیہوں کی روٹی انسان کی اصلی غذا ہے۔ اگر کوئی قوم گیہوں کے بجائے جو کی روٹی، بیسن کی روٹی یا چاول پر قناعت کرے، تو ایسا ہوسکتا ہے۔اس لیے یہاں اِس بات کو ثابت کرنا پیش نظر نہیں ہے کہ گوشت کھانے کو عقل ضروری قرار دیتی ہے؛ بل کہ یہ ثابت کرنا ہے کہ گوشت کھانا انسان کے لیے نہ حرام ہے، نہ ظلم؛ بل کہ جائز اور مفید چیز ہے۔ پھر طبیعت کی رغبت اور عقل کے فتوے کو دیکھتے ہوئے مفید چیز کا استعمال کرنا مالک کی اجازت کے بعد ہی ممکن ہے۔ عقل کی اِس رہنمائی کے بعد اب'' ٹکسالی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالی نے گوشت کھانے کی اجازت دی ہے اس لیے کھاتے ہیں۔''

سوال: پھر سارے جانوروں کا استعمال جائز ہونا چاہیے۔ یہ تفریق کیوں کی جاتی ہے کہ فلاں قسم کے جانور حلال اور فلاں طرح کے ناجائز اور حرام؟

جواب: اِس کا جواب یہ ہے کہ: **بعض جانوروں کے حلال، بعض کے حرام ہونے میں نفع بندے کا ہے:** '' سارے حیوانات یکساں نہیں۔'' ہیں۔ ہر جانور'' کے گوشت میں جدا تاثیر ہے۔ جس جانور کا گوشت مفید ہوگا، وہی جائز ہوگا۔ جس جانور کا گوشت مضر ہوگا...... ناجائز ہوگا۔ کیوں کہ'' خدا کا اجازت دینا اور منع کرنا'' آدمی کے نفع ونقصان کے لحاظ سے ہے، اپنے نفع ونقصان کے لحاظ سے نہیں۔'' لہٰذا بندے کے مفاد کے پیش نظر: ۱- سور وشیر وغیرہ درندوں کا گوشت قابلِ ممانعت ہے۔ کیوں کہ:

☆ سور تو سراپا نجس، دوسرے بے حیا۔ اُس کی مادہ پر جس کا جی چاہے جست کرے، اُس کو کچھ پروا نہیں۔ اِس لیے وہ قابلِ حرمت نظر آیا؛ تاکہ اُس کے کھانے سے بے حیائی نہ چھا جائے اور دل وجان ناپاک نہ ہوجائیں جس سے خیالات ناپاک پیدا ہوں۔''

☆ شیر وغیرہ درندے اخلاق کی وجہ سے'' قابل ممانعت تھے؛ تاکہ اُن کے کھانے

کی تاثیر سے مزاج میں بدخلقی نہ پیدا ہوجائے۔ کیوں کہ جیسے گرم غذا سے گرمی اور سرد سے سردی پیدا ہوتی ہے، ایسے ہی ''طرح طرح کے جانوروں کی خاصیتوں، اُن کے اخلاق اور کیفیات کو خیال فرمالیجیے۔

☆ خاصیات و کیفیات کا لحاظ رکھ کر ہی مردار کو حرام قرار دیا گیا۔ کیوں کہ مردار حرام ہونے کی وجہ خون کا بدن میں جذب ہوجانا ہے۔ خون اصل میں فضلہ ہے، نجس ہے، انسانی فطرت اور سلیم طبیعت کو اِس سے نفرت ہے۔ خون: فضلہ ہونے کی وجہ سے ہی بدن سے ہر وقت نکلنے کے لیے آمادہ رہتا ہے؛ لیکن اِس ضرورت کے لیے اُسے بدن میں روک کر رکھا گیا ہے، کہ metabolism کے عمل سے گزر کر اور اِستحالہ پا کر، بدن کے لیے نشو نما کا باعث بنے، اپنی حرکت سے بدنی افعال کو تقوت پہنچائے۔ مگر جان دار کے مرجانے کے بعد اُس میں اِستحالہ نہیں ہوتا، اُس کی حرکت رک جاتی ہے اور وہ بدن میں جذب ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے مردار نجس ہوجاتا ہے، اس لیے مردار حرام ہے۔ اِس سے پنڈت دیانند سرسوتی کے اِس اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ (ملاحظہ ہو اگلا نمبر):

۳- نجس خون بدن میں جذب ہوجانے کی وجہ سے مردار حرام ہوجاتا ہے

سوال: ''مسلمان جو گوشت کھاتے ہیں تو وہ حلال کر کے کھاتے ہیں۔ سو اگر یہ جانور دعاء کے پڑھنے سے حلال ہوجاتے ہیں، تو سب جانور حلال ہوسکتے ہیں۔'' یہاں تک کہ سور اور کتا بھی۔ ''اور اگر دعاء کے پڑھنے سے حلال نہیں ہوتے'' بل کہ موت سے حلال ہوتے ہیں، ''تو خود مرا ہوا کیوں حلال نہیں ہوتا۔'' (اِنتصار الاسلام: ص۸۱، ۸۲)

جواب: کتا، سور وغیرہ کے حرام ہونے کی وجہ پہلے بتائی جا چکی۔ مردار کے حرام ہونے کی وجہ اب معلوم ہوگئی کہ نجس خون کے جسم میں جذب ہوجانے کی وجہ سے تمام گوشت نجس ہوجاتا ہے۔ اِسی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے الامام محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں، عقلی طور پر ''مردار ہر قسم کا ناپاک اور حرام ہونا چاہیے؛ کیوں کہ بے ذبح اگر کوئی جانور مرجاتا ہے، تو اُس کا خون گوشت ہی میں'' اِس طرح جذب ہوجاتا ہے کہ ''جدا کرنے کی کوئی تدبیر نہیں'' اس لیے لازم ہے کہ خون کے مل جانے کے باعث ''تمام گوشت ناپاک ہوجائے۔'' کیوں کہ ''جیسی غذا ہوگی ویسا ہی گوشت پیدا ہوگا۔ پاک سے پاک، ناپاک سے ناپاک۔'' پھر یہ ناپاکی انسان کے ظاہر و باطن میں سرایت کرے گی۔

(حجۃ الاسلام؛ تشریح و تحقیق فخر الاسلام: ص۱۹۶)

سوال: مردار نجس سہی؛ لیکن اگر مردار کا گوشت کھا لیا جائے، تو معدے، جگر اور عروق وغیرہ میں متعدد مراحل سے گزرنے کے بعد اُس میں کثیر تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ وہ بھاپ بننے کے بعد روح حیوانی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اُس میں پورے طور پر استحالہ واقع ہو کر گوشت کی ماہیت ہی تبدیل ہو جاتی ہے، تو اب اُس کو نجس کیسے کہا جا سکتا ہے اور روحِ حیوانی کو ناپاک کیوں کر قرار دیا جا سکتا؟

جواب: تبدیلِ ماہیت کے لیے جو اِستحالہ درکار ہے، اُس کے لیے تین باتوں کا ہونا ضروری ہے: ۱-**اصل مادّہ اُسی قدر رہے۔ ۲-صورتِ نوعیہ (یعنی شی کے اجزائے ترکیبیہ کی ہیئت اور ساخت) بدل جائے۔ ۳-صورتِ نوعیہ کے آثار بھی بدل جائیں۔** اِن شرائط کی روشنی میں استعمال کیے گئے مردار کے گوشت میں واقع ہونے والی تبدیلی کا جائزہ لیجیے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں اِستحالہ کا وہ درجہ پایا ہی نہیں گیا جس میں ماہیت تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔ کیوں کہ مردار گوشت سے پیدا ہونے والی روح حیوانی، درحقیقت گوشت کا جوہر ہے اور جوہر میں یعنی اجزا کے تحلیل کی صورت میں اصل شی کا کل اثر تو نہیں رہتا،: لیکن ''اُس جز کا اثر جو بعد تحلیل ہاتھ آیا ہے بعینہٖ وہی ہے جو اثر'' اصل گوشت میں موجود تھا۔ (حجۃ الاسلام؛ تشریح و تحقیق فخر الاسلام: ص ۹۸، ۹۹)

لہٰذا مردار کے گوشت سے پیدا ہونے والی روح حیوانی میں صرف صورتِ نوعیہ بدلی اور بس۔ پہلی شرط: ''**اصل مادّہ اُسی قدر رہے۔**''، اِسی طرح تیسری شرط: ''**صورتِ نوعیہ کے آثار بدل جائیں۔**'' نہیں پائی گئیں۔

بہرکیف یہ بات معلوم ہوگئی کہ جانور وہی حلال ہیں جو خدا کے نزدیک انسان کے لیے مفید ہوں۔ اور جو مفید نہیں، وہ حرام ہیں۔

حرام جانوروں کی قسمیں: ''حیوانات کے متعلق جو حرمت ہے وہ اصل میں چار قسم (کی) ہے: ۱-ایک: مردار کی حرمت۔ ۲-دوسرے: خون کی حرمت۔ ۳-تیسرے: اُن حیوانات کی حرمت جو'' اخلاق کی خرابی کی وجہ سے-حرام ہو جائیں۔ ۴-چوتھے: غیرِ خدا کے نام پر ذبح کی حرمت یا خدا کے نام نہ لینے کی وجہ سے حرمت۔'' اِن میں سے شروع کی تین قسموں کی وضاحت گزر چکی۔ چوتھی قسم کی تحقیق و تجزیہ آئندہ آئے گا۔

حلت بغیر ثواب اور ثواب کے ساتھ: ''اِن چاروں کے سوا تمام حیوانات کا گوشت حلال ہونے کے قابل ہے۔ پھر اگر'' مالکیت کا لحاظ کر کے خدا کی اجازت سے'' ذبح کیا جائے، تو وہ فقط حلال ہی ہے'' ثواب کا مستحق'' نہیں۔ اور اگر بہ راہِ محبتِ خداوندی ذبح کریں-جیسا قربانیوں میں ہوتا ہے-تو فتوائے عقل سلیم یوں ہے کہ خداوندِ قدرشناس اِس محبت کی جزا بھی دے گا۔ اس تقریر سے اہل فہم کو قربانیوں کی فضیلت واضح ہو جائے گی۔''

(ایضاً ۲۲۱)

۴-حلق ذبح کیے بغیر گوشت کے نقصانات

سوال: حلق ذبح کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: بعض مرتبہ ذبح کے بعد بھی نجس خون کے گوشت میں جذب ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔لہٰذا: ''چوں کہ حلق میں تمام رگیں اکٹھی ہو جاتی ہیں'' باقی دوسرے اعضا میں یہ بات نہیں اس لیے حلق ذبح کر کے ''خون کا نکال دینا'' گوشت حلال ہونے'' کے لیے ضرور(ی) ہے۔'''' گلا گھونٹ کر یا کسی اور طریقہ سے اُس کا کام تمام کر کے نوشِ جان نہ فرمائیں۔ ورنہ''''غذا ناپاک سے بدن ناپاک پیدا ہوگا اور اُس سے روح (یعنی لطیف بخارات سے حاصل ہونے والی حیوانی روح جسے روح طبی کہتے ہیں) ناپاک پیدا ہوگی اور'' پھر روح (علوی) بھی ...... یہاں آ کر ناپاک ہو جائے گی ۔''''جس سے ''ناپاک ہی خیالات پیدا ہوں گے۔اور اِس لیے اعمال بھی ناپاک ہی ظہور میں آئیں گے اور عالم میں ایک ناپاکی پھیل جائے گی۔''''لیکن ناپاکیِ ارواح سے مطلب یہ ہے کہ: عقائدِ باطلہ کی اُس کو سوجھے۔'' (ایضاً: ۱۹۷، ۲۰۴، ۲۰۵)

ناپاک روح کے اثرات: روح ناپاک، خیالات ناپاک، عقائد ناپاک ہو جانے سے تمام اعمال اور تمدنی معاملات سب ناپاک اور گندے ہو جائیں گے۔ وجہ اِس کی یہ ہے کہ: ''چوں کہ ارادہ اپنی کارگزاری میں علم واعتقاد کا تابع ہے اور تمام اخلاق اپنے'' ظاہر ہونے'' میں ارادہ کے تابع ہیں، تو سب کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ مثلاً: اندھیرے میں شیر کو گائے سمجھ جائے، تو محبت سے ہاتھ پھیرنے کا ارادہ ہوگا۔اور گائے کو شیر سمجھ جائے، تو خوف سے بھاگنے کا ارادہ ہوگا۔لہٰذا یہ ارادہ تو اُس اپنے خیال کا تابع ہے جس کو ''علم اعتقاد'' کہتے ہیں۔اور پھر وہ محبت وخوف اُس ارادہ کا تابع جو اُس اعتقاد سے پیدا ہوا ہو؛ مگر انجام اُس کا آخر یہی ہے کہ سب کام غلط ہو گئے۔ اِسی طرح اگر غیرِ خدا کو مثلاً کوئی خدا سمجھ جائے، تو اپنے ارادے سے- اُس خوف ومحبت کے باعث جو خدا سے ہونی چاہیے- جو کام ہوگا، سب بے موقع ہوگا۔ اِسی طرح اور غلطیوں کو سمجھ لیجیے۔''

عقیدہ میں آلودگی کا سبب: باقی اِعتقاد کی غلطی'' کے باعث اعتقاد کو ناپاک کہنا'' اِس لیے'' ہے کہ موجودات میں باہم'' تنزیہ وآلائش (پاکیزگی وناپاکی) کا فرق'' ہے، کسی میں گندگی اور عیب کم ہے کسی میں زیادہ۔خدا میں بالکل نہیں۔'' اِس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱-'' خدا تعالیٰ تو ہر طرح مقدس ہے۔''۲-''مخلوقات میں'' مراتب کے لحاظ سے'' عیب وآلائش (اور ناپاکی موجود) ہیں۔'' اِن دونوں باتوں سے یہ انکشاف ہوا کہ'' جب خدا تعالیٰ کو اس لیے مقدس کہا کہ اُس میں کوئی عیب نہیں، (تو جس میں) جتنا عیب زیادہ ہوگا، اُتنی ہی آلائش ہوگی۔ اِس صورت میں اگر'' اعتقاد کے موقع'' میں- بجائے خداوند مقدس- کوئی اور ہوگا، تو بے شک اُس کی آلائش'' اعتقاد کے موقع'' کو آلودہ بنائے گی۔'' یہ مطلب ہوا عقائد کے ناپاک ہونے کا۔ اِسی سے اندازہ کیجیے کہ ایک نجس گوشت کھانے سے یہاں تک نوبت پہنچی۔ (حجۃ الاسلام: تشریح وتحقیق فخر الاسلام: ص۲۰۱، ۲۰۴-۲۰۶)

نتیجہ: انسان کی طبعی صفت گوشت کھانا ہے۔لیکن خالق و مالک نے نفع ونقصان کا لحاظ رکھ کر مفید جانوروں کو حلال قرار دیا اور مضر کو حرام۔ مردار میں خون گوشت کے اندر جذب ہو جانے سے گوشت ناپاک ہو جاتا ہے۔اور ذبح کے بغیر گوشت کے استعمال سے: بدن، روح، خیالات، اخلاق، اعمال میں ناپاکی پیدا ہو جاتی ہے۔

۵-حیوانات کے ذبح میں خدا کی اجازت ضروری ہے

سوال: حیوانات کے ذبح میں خدا کی اجازت کیوں ضروری ہے؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ: جانور جان دار ہیں اور نباتات کے مقابلہ میں انسان کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے ہیں؛ لیکن جن لوگوں کو عقل و علم سے لگاؤ ہے، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کائنات کی جملہ چیزیں- جمادات، نباتات اور حیوانات -انسان کی خدمت اور نفع کے لیے بنائی گئی ہیں۔ مگر چوں کہ اِن سب کا مالک خدا ہے۔ اس لیے خدا کی اجازت کے بغیر دخل اندازی درست نہیں۔

اِس اصول کی وضاحت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام مخلوقات کا مالک ہے۔ لہذا انسان کے لیے چیزوں کے اِستعمال میں مالک کی اجازت کی ضرورت ہے: ”مگر چوں کہ نباتات -غلہ، پھل وغیرہ- کا بنی آدم کے لیے ہونا تو ظاہر تھا۔ کون نہیں جانتا کہ یہ چیزیں نہ ہوتیں، تو بنی آدم کو“ زندگی ”محال تھی۔“ البتہ حیوانات کا بنی آدم کے لیے ہونا اِس وجہ سے“ پوشیدہ تھا کہ حیوان اور انسان میں کئی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی موجود تھیں۔ جیسے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان ”وغیرہ اعضا وقویٰ: ضروری، غیر ضروری اور طبعی امور کی انجام دہی کے لیے اور نفع اٹھانے کے لیے آلات کے طور پر دونوں میں ہی موجود ہیں۔ چناں چہ جس طرح اِنسان اِن اعضا اور حواس کے ذریعے اپنی ضرورتیں اور منافع حاصل کرتا ہے،“ ایسے ہی حیوانات کے اعضا وقویٰ ”حیوانات“ کے حق میں ”نفع حاصل کرنے کے آلات ہیں۔“

اور جس طرح نباتات -مثلاً غلہ، پھل وغیرہ- انسانوں کے کام آتے ہیں، ایسے ہی یہ چیزیں حیوانات کے بھی کام آتی ہیں۔ اس لیے انسان کے واسطے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ حیوانات کی موجودگی کو -نباتات کی طرح- اپنی نفع کی چیز سمجھ کر مثلاً پالنا یا قید کر کے رکھنا، سواری کرنا، بوجھ لادنا، دودھ پینا وغیرہ فوائد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی چربی، کھال، ہڈی وغیرہ سے بھی نفع اٹھائے اور- کھانے کے لیے- اُن کا گوشت استعمال کرے؛ بل کہ: ”حیوانات میں- (مالک کے) پیدا کرنے کے سوا- اور (الگ سے) اجازت کی ضرورت ہے۔“ ”البتہ (جیسا کہ مذکور ہوا کہ) نباتات میں یہ بات نہ تھی، اس لیے نباتات کا پیدا کر دینا ہی کم از اجازت نہیں۔“ کیوں کہ نباتات کے محض موجود ہونے سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ جانوروں، انسانوں کی نفع رسانی کے لیے ہیں۔ ورنہ اگر یہ نفع رسانی نہ ہوتی، تو ایک طرف تو انسان بھوکا مرتا، دوسری طرف خود نباتات کی پیدائش فضول ٹھہرتی اور خالق کی حکمت پر آنچ آتی کہ نباتات بے فائدہ پیدا کر دیے۔

ذبح بے اجازت ظلم ہے: یہ وجہ تھی جس کے پیش نظر حیوانات سے نفع اُٹھانے اور اُن کا گوشت استعمال کرنے کے لیے ضروری تھا کہ خالق و مالک کی طرف سے اجازت ہو۔ اگر مالک کی اِجازت نہ ہو، تو ذبح کی ایذا اور خود قتل ”لا ریب اعلی درجہ کا ظلم ہوگا۔“ کیوں کہ: ”ہماری، تمہاری مِلک برائے نام مِلک ہے“ -اِس کے باوجود- ”ہماری ملکیت میں- بے اجازت- استعمال ظلم سمجھا جاتا ہے، تو خدا“ کی ملکیت کی چیزوں میں -بے اجازت -دخل اندازی ظلم کیوں نہ ہوگا؟ اس لیے حیوانات کے استعمال میں خدا تعالیٰ ”کی اجازت کی ضرورت پڑی۔“ (حجۃ الاسلام: تشریح و تحقیق فخر الاسلام ص ۲۰۴ تا ۲۰۸)

۶- ''بسم اللہ'' پڑھنے کی حکمت

سوال: بسم اللہ پڑھنا کیوں ضروری ہے؟:

جواب: جب عقل کی رو سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ: ذبح کے وقت خدا کا نام لینا ضروری ہے، تو: ''غیر خدا کا نام لینالا ریب ناخوشی کا باعث ہوگا اوراس لیے'' گوشت حلال ہونے کا یہ انعام حرام ہو جانے میں تبدیل'' تو ہوگا ہی، ......سزا کا بھی اندیشہ ہے۔'' حاصل کلام یہ ہے کہ: گوشت ایک عظیم نعمت ہے۔ اور یہ خدا کی طرف سے نعمت اور عطا اُسی وقت سمجھا جاسکتا'' ہے جب کہ خدا کو مالک الملک سمجھ کر جانور کو اُس کی مِلک سمجھ کر اُس کی اجازت کے بھروسے ذبح کرے۔''

ب-محبوبیت کا لحاظ: محبوبیت کے حساب سے دیکھیے، تو'' خدا کے نام لینے نہ لینے کی مداخلت کی یہ صورت ہے کہ'' خداتعالی'' محبوبِ حقیقی ہے۔'' اُس میں ذاتی طور پر محبوبیت کے تمام پہلو جمع ہیں، اِس لیے'' ہر صاحبِ محبت کو اُسی کی محبت ہونی چاہیے۔'' چناں چہ'' ہر حیوان کے دل میں محبت رکھی ہوئی ہے۔''(۱) ''دلیل اُس کی یہ ہے کہ: ''محبت کو اُن اشیا کے ساتھ جو قابلِ محبت ہیں- ایسی نسبت ہے جیسے قوتِ باصرہ (visual power) کو'' دکھائی دینے والی چیزوں کے ساتھ۔ لہٰذا جس طرح'' ہر رنگ والی چیز دکھائی دینے کے قابل ہے، ایسے ہی اچھے اوصاف والی ہر جمیل (وخوبصورت) شی'' قابلِ محبت ہے۔ (اور چوں کہ خدا سے زیادہ جمیل کوئی نہیں،) اِس

خدا کی غیرت مندی کا تقاضا: الف- مالکیت کا اِظہار: ''ہرکس وناکس جانتا ہے کہ: مالک کی اجازت اُسی وقت'' تصور میں آسکتی'' ہے جب استعمال کرنے والا مالک کو مالک سمجھتا ہو۔ اور اگر'' مالک کی جگہ'' کسی اور کو مالک سمجھ بیٹھے، تو- بجائے اجازت- ممانعت ضرور(ی) ہے۔''

☆**حقوق کی ادئیگی کا لحاظ:** حیوان ذبح کرنے کی اِجازت خدا کی طرف سے ایک اِنعام ہے؛ لیکن'' انعام کی'' امید'' اُسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ'' مالکیت کے حقوق'' اُسی (مالک) کو ادا کیے جائیں۔'' ''اگر بالفرض، مالک کے حقوق کسی اور کو ادا کیے جائیں، تو اُس وقت انعام کی'' بہ جائے، الٹا سزا کا مستحق'' ہوگا۔ اس لیے'' ''ذبح کے وقت مالکیت اور اجازت کا اعلان ضرور(ی) ہوگا۔'' تا کہ یہ شبہ نہ پیدا ہو کہ مالک کے حقوق کسی اور کو دیے جارہے ہیں۔

لیے ہر حیوان کو خدا’’’ کے ساتھ محبت ہونی چاہیے۔‘‘ بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھنے کا یہی راز ہے اور ’’یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ: اہلِ اسلام اور اہلِ کتاب کے مذہب میں وقتِ ذبح ’’بسم اللہ‘‘ کا کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔‘‘

نتیجہ: حیوانات اور انسان میں حواس و اعضا وغیرہ مشابہ ہیں، لہذا حیوانات کو انسان کے حق میں بغیر اجازت حلال سمجھنا، مالک کی ملکیت میں دخل اندازی ہوتا، اِس لیے اِجازت کی ضرورت تھی۔ اجازت ملنا خدا کا ایک عطیہ ہے، لہذا ذبح کے وقت اعلانِ اجازت یعنی بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھنا ضروری ہے، تا کہ مالک کی طرف سے انعام وعطیہ ہونے کا اِظہار ہو جائے۔ اور بلند آواز سے پڑھنے میں یہ حکمت ہے کہ جانور کو اپنے مالک و محبوب کا نام سن کر جان دینا آسان ہو جائے۔

۷- جان داروں کی خدا پر جاں نثاری

سوال: خدا کی اجازت کا اعلان کیوں ضروری ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

خدا کی مالکیت اور محبت کے پیشِ نظر ’’اجازتِ خداوندی کا اعلان بھی ضروری ہے، تا کہ ’’ذبح کی صورتِ حال سے یہ وہم نہ پیدا ہو کہ انسان’’: خدا کی اجازت کا محتاج نہیں یا‘‘ اجازت سے پہلے ہی ’’خدا کے عمدہ عمدہ مملوکات میں حسبِ دل خواہ تصرف کر سکتا ہے جس سے اُس کا ظالم ہونا اور خدا کی تحقیر نکلتی ہے۔‘‘

جواب ☆ حیوانات کو ’’خدا کی مالکیت اور اپنی مملوکیت‘‘ کے اُس اِعتقاد کی وجہ سے جو دل میں موجود ہے ’’جان دینی سہل ہو جائے (گی)۔‘‘

☆ اِس مصلحت کے لیے کہ خدا مالک الملک رہے، کسی غیر کی ملک و سرمایہ ہونے کا اندیشہ نہ رہے، حیوانات کے حلال ہونے کو- ذبح کے وقت- ’’خدا کے نام لینے پر موقوف رکھا جائے۔‘‘

خدا کی محبوبیت: ☆: ذبح میں جاں نثاری جان دار کی طرف سے اگر ہوتی ہے، تو محبوب اصلی کے لیے ہوتی ہے۔ اور اُس (جان دار) کا کوئی واسطہ دار اگر اُس کی جاں نثاری کرے، مثلا: باپ، بیٹے کی جاں نثاری کرے یا مالک اپنے کسی پلے ہوئے جانور کی جاں نثاری کرے، تب (بھی) اپنے محبوبِ اصلی کے لیے ہوتی ہے۔ (کیوں کہ) نہ (تو) بے وجہ کوئی اپنی جاں نثاری‘‘ کرتا ہے، ’’نہ اپنے واسطہ داروں کی جاں نثاری‘‘ کرتا ہے۔‘‘

اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ غیر محبوب کے لیے جاں نثاری کی جائے۔ (جاں نثاری اگر ہوگی، تو محبوب ہی کے لیے ہوگی) اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ خداوندِ عالم تمام بنی آدم کا بھی محبوب اور حیوانات کا بھی محبوب (ہے، وہی محبوبِ اصلی ہے)۔''اور محبت کا یہ رشتہ بھی معلوم ہے کہ ایک طرف تو: ''اپنی محبت...... کسی طرح قابل زوال نہیں'' اور دوسری طرف'' اپنی محبت خدا کی محبت پر موقوف ہے۔''، اِس لیے جاں نثاری کا مستحق سوا خدا تعالیٰ'' کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔'' (حجۃ الاسلام؛ تشریح و تحقیق فخر الاسلام ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

''**اپنی محبت خدا کی محبت پر موقوف ہونے کے اثرات** - اِس کا تقاضا یہ ہے کہ حیوانات کی جاں نثاری کی جائے، تو خدا کے لیے - براہِ محبت - کی جائے۔ اور اِس کے لیے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر اعلان ضروری ہوگا، تا کہ تحقیرِ خداوندی کا شبہہ'' لازم نہ آئے اور جانوروں کو - بہ تقاضائے محبت...... - جان دینا سہل ہو جائے۔ ورنہ بے وجہ جاں نثاری ہونے لگے، تو پھر (جان دینی) بہ سہولت تو کیا ہوتی - (گراں بار ہو جاتی اور) اُن کی جان مفت ضائع ہوتی۔ کیوں کہ اِس جاں نثاری میں محبوبیت ہی کو کیا فروغ ہوگا؛ - بل کہ جاں نثاری من جملۂ اندازِ محبت ہی نہ ہوگی''۔ (ایضاً: ص ۲۱۸ تا ۲۱۹)

خدا کے نام کا اعلان نہ کرنے کا کیا نقصان ہے؟:

جواب: ☆ نقصان یہ ہے کہ مذہبِ اسلام کی رو سے ایسے جانور کا کھانا درست نہیں رہ جاتا۔ چناں چہ عقل کی رو سے بھی ''غیر خدا کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کو اگر حرام کہا جائے، تو بجا ہے۔ کیوں کہ مالک کو یہ گراں نہیں ہوتا کہ: اُس کی اجازت سے اُس'' کی ملکیت کی چیزیں اِستعمال کی جائیں''؛ پر بے اجازت تصرف کبھی گوارا نہیں ہوتا۔''

☆''اور اگر اجازت کے سوا یہ بھی پیش آئے کہ: تصرف کرنے والا اُس شی کو کسی اور کے نام کی کہتا پھرے اور اُسی کے نام سے اُس میں تصرف کرے، تو گوارا ہونا تو کجا، اُلٹی سزائے بغاوت اُس کے لیے تجویز کی جائے گی اور وہ چیز اُس سے چھین لی جائے گی۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ: اہل اسلام ایسے ذبیحوں کو - جس پر (خدا کی مالکیت سمجھی جائے؛ لیکن) غیر خدا کا نام وقتِ ذبح لیا جائے یا غیرِ خدا کا سمجھ کر برائے نام خدا کے نام پر ذبح کیا جائے - حرام کہتے ہیں۔'' (ایضاً ص ۲۱۷)

نتیجہ: بسم اللہ پڑھنا بے اجازت تصرف کا شبہہ دور کرتا ہے۔ غیر کی ملکیت اور ظلم کے شائبہ سے بچنے کے لیے خدا کا نام بلند آواز میں لے کر ذبح کرنا ضروری ہے، تبھی ذبیحہ حلال ہوگا۔ اِس کے ذریعہ جانور کے لیے مالک و محبوب کی محبت میں جان دینا سہل ہو جاتا ہے۔ اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرے، تو حرام ہوگا۔

۸- غیر خدا پر جاں نثاری کی خرابیاں

سوال: اگر خدا کو خدا سمجھتے ہوئے غیر خدا پر جاں نثاری کی کردی جائے تو کیا ہرج ہے؟

جواب: جب ''غیرِ خدا کے نام پر جاں نثاری ہوئی، تو یوں کہو (کہ) اُسی کو محبوب اصلی سمجھا جس کا انجام یہ ہوگا کہ اُسی (غیر) کو اپنی حقیقت کا بانی مبانی تصور کیا۔'' اسی طرح: ''اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے یا غیر خدا کی محبوبیت کی خاطر سے اُس کو ذبح کیا جائے- گو برائے نام خدا ہی کا نام لیا جائے-، تو پھر ذبح کرنا تو خدا سے انحراف'' ہوگا اور یہ شخص ''سزائے بغاوت کا مستحق ہوگا؛ کیوں کہ اِس صورت میں بھی غیر خدا کو ہمتائے خدا بنا دیا۔''

احکام پر محبوبیت کے اثرات: اِس سے معلوم ہوا کہ ''ایسا ذبیحہ جس پر براہِ محبت'' خدا کے علاوہ کسی'' کا نام لیا جاوے- یعنی غیر خدا کے لیے قربان کیا جاوے- ہرگز اِس قابل نہیں کہ اُس کو حلال کہیں۔ کیوں کہ جیسے وہ ذبیحہ جو''- خدا کی مالکیت کا لحاظ کر کے- خدا کی اجازت سے-'' اپنے لیے ذبح کیا جاتا ہے، درو بست اپنے لیے ہوتا ہے، ایسے ہی وہ ذبیحہ- جو برائے محبتِ خدا، ذبح کیا جائے- اصل میں خدا کے لیے ہوتا ہے۔'' (۲۱۹)

محبوبیت کا اثر قربانی پر: ''یہی وجہ ہے کہ: اہلِ اسلام میں قربانی کے گوشت و پوست کی'' خرید و فروخت'' کی اجازت نہیں۔ اور باقی ذبیحوں کے گوشت و پوست کی'' خرید و فروخت'' کی ممانعت نہیں۔ اِس صورت میں (یعنی قربانی میں) گوشت (کھانے کی اِجازت خدا کی طرف سے'' احباب کی ضیافت کے درجہ میں'' ہوگی، جیسے پہلی صورت'' یعنی عام ذبیحوں میں اِجازت کا درجہ آقا کی طرف سے غلام و فقیر کو عطا کے مرتبہ میں ہوگا۔'' پہلی صورت (عام ذبیحوں) میں سارے جانوروں کی تملیک ہے اور دوسری صورت (قربانی) میں تملیک نہیں''؛ بل کہ گوشت پوست میں خورد و نوش کی اباحت اور اختیارِ طعامِ ضیافت کے درجہ میں ہے۔ (ص ۲۲۰)

کسی غیر کے نام پر جاں نثاری، غیر کو خدا کی جگہ دینا ہے۔☆ خدا کی اجازت سے ذبح کرنا، حلال، مالک کا عطیہ ہے۔ اور اگر خدا کی محبت کی راہ سے ہو، تو ثواب اور ضیافت ہے۔

۹-ہر مخلوق کو خدا کے مالک ہونے کی معرفت ومحبت حاصل ہے

سوال: ہر مخلوق کو خدا کے مالک ہونے کا علم، معرفت اور محبت حاصل ہے، یہ بات خلاف عقل ہے؟

جواب: مخلوق کی ماہیت(Reality of Creature): چوں کہ ہر موجود میں اِدراک وشعور پایا جاتا ہے۔ اس لیے ”خدا کے ہونے کی اِطلاع تو ”تمام عالم کو“ ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سب میں اول اپنا اِدراک ہوتا ہے۔“”اور اپنی حقیقت کی یہ صورت کہ جیسے دھوپ مثلاً: انتہائے شعاع کا نام ہے اور شعاع ایک پَرتَوِ آفتاب کو کہتے ہیں، ایسے ہی ہر مخلوق کے لیے ایک انتہائے وجود ہوتا ہے اور وہ وجود پَرتَوِ وجودِ ربِ معبود ہے۔“اور ہر مخلوق کے لیے ایک انتہائے وجود کہنا اِس لیے ضروری ہے ”کہ عدم پر وجود“ طاری ”نہیں ہوسکتا، وجود پر عدم“ طاری نہیں ہوسکتا۔ اِس وجہ سے نہ خالص معدوم موجود ہوسکتا ہے، نہ خالص موجود معدوم ہوسکتا ہے۔(۲۰۹ تا ۲۱۰)

ممکنات، اضافیات، اِنتزاعیات(possibles, relativity & derivatives): ”ہاں، اگر یوں کہیے کہ: جیسے دھوپ اور سایہ کے بیچ میں ایک خط فاصل ہوتا ہے ، ایسے ہی موجودِ محض اور معدومِ محض کے بیچ میں ممکنات (possibles) حائل ہوتے ہیں۔تو جیسے ”دھوپ اور سایہ کے بیچ کا خط (line) ایک پہلو سے ”نورانی (enlightened) اور ”ایک پہلو سے ”ظلمانی (dark) ہیں- چناں چہ اُن کا دونوں طرف قائم ہونا اِس پر شاہد ہے- ایسے ہی ممکنات کو بھی ”ایک پہلو سے ”معدوم اور ”ایک پہلو سے ”موجود کہنا ضرور (ی) ہوگا۔ اور اِس وجہ سے بہ حیثیت وجود“ ممکنات ”کو منتہائے موجودِ محض یا موجود (end of the purely exist) کہنا پڑے گا۔“ یعنی: دھوپ اور سایہ کے بیچ میں پائی جانے والی وسطی سطح ”کو بہ اعتبارِ نور دھوپ کہتے ہیں“ اور باعتبار تاریکی، سایہ۔-”(یہ وسطی سطح) بہ اعتبارِ نور ایک منتہائے نور ہے“ باعتبار تاریکی منتہائے سایہ ہے،”ایسے ہی ممکنات جن کو بہ اعتبار وجود مخلوق کہتے ہیں“ وجود کے اعتبار سے خالص وجود کا منتہا ”ہوں گے“۔

اپنا تصور خدا کے تصور کے بغیر ممکن نہیں: ”جیسے دھوپ کی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ ضرور (ی) ہے کہ اول شعاعِ آفتاب کو سمجھیے“ ”ایسے ہی ممکنات کی حقیقت سمجھنے کے لیے ”وجودِ خالص“ کی ضرورت ہے“۔ کیوں کہ ”ممکنات ہی کو وجود سے وابستگی کے بعد مخلوق کہتے ہیں“

اپنی معرفت ومحبت خدا کی معرفت ومحبت پر موقوف ہے: ”اور (وجود سے وابستگی کے ساتھ) خود ممکنات کو بھی اپنی حقیقت کے سمجھنے میں یہی (خالق کی معرفت کا) واسطہ در پیش ہوگا“ ہاں، یہ ممکن ہے کہ جیسے بے ہوشی کے وقت ”اپنی خبر نہیں رہتی، ایسے ہی اگر اور خیالات میں مشغول ہوکر خدا سے غافل ہوجائیں، تو ہوجائیں۔“ لیکن اِس عارض کے علاوہ ”اپنی حقیقت کے تصور میں خدا کے تصور کی حاجت ہے۔اور ظاہر ہے کہ اپنا تصور کس کو نہیں ہوتا؛ بل کہ سب میں اول یہی (اپنا) تصور ہوتا ہے۔“ تو معلوم ہونا چاہیے کہ اپنا

''یہ تصور خدا کے تصور کے بغیر ممکن نہیں''۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ:

اپنی محبت خدا کی محبت کے بغیر نہیں ہوتی: ''اپنی محبت کو خدا کی محبت بھی لازم ہوگی؛ بل کہ اپنی محبت، خدا کی محبت پر موقوف ہوگی۔

اپنی مملوکیت کا اعتقاد: اِسی طرح چوں کہ خدا'' کی مالکیت اور مخلوقات کی مملوکیت ''خالق اور مخلوق کے باہمی ریلیشن پر ہی موقوف'' ہے، تو''۔جس طرح اپنی محبت کو خدا کی محبت لازم ہے، اُسی طرح - خدا کی مالکیت اور اپنی مملوکیت کا اعتقاد بھی ہر چیز کی تہِ حقیقت میں رکھا ہوا ہوگا۔''

صریح اِجازت کی حکمت: صریح اجازت کی حکمت یہ ہے کہ: ملکیت کے لیے قبضہ ضروری ہے۔'' اور اِس سے بڑھ کر کوئی قبضہ نہیں کہ ایک حقیقت دوسری حقیقت پر موقوف ہو۔'' جب دونوں (باتیں) معلوم ہوگئیں کہ: خدا کی محبت، مالکیت اور مملوکیت کا اعتقاد ''بنی آدم اور تمام حیوانات کے تہِ دل میں مرکوز ہے'' تو پھر عقل ودانش کا تقاضا یہ ہے کہ: ذبح کے وقت'' خدا کا نام ضرور لیا جائے، تاکہ جیسے ریل کا ٹکٹ ریل میں بیٹھنے کے لیے'' پروانۂ اجازت'' ہوتا ہے، ایسے ہی اللہ کا نام لینا پروانۂ اجازت بن جائے اور ظلم کا شبہہ دفع ہونے کا ذریعہ ہوجائے۔ (۲۱۱ تا ۲۱۴)

نتیجہ: اپنی حقیقت سمجھنے میں خدا کی معرفت کا واسطہ ہونا، اپنی محبت، خدا کی محبت پر موقوف ہونا اور مخلوق وخالق، عارضی واصلی کا فرق ہونا خدا کو مالک اور اپنے کو مملوک سمجھنے پر مضطر کرتا ہے۔۔اس لیے ذبح کے وقت خدا کا نام لینا: خدا کی مالکیت، مخلوق کے مملوکیت کا اِظہار اور پروانۂ اجازت ہے۔اور: مخلوق ہونے کی وجہ سے اُس کا فرض ہے کہ موجود اصلی کے نام پر جان نثار کرے۔

[۲]

[گفتگوئے مذہبی اور ملفوظات حکیم الامت سے ماخوذ]

۱۰-حکمتِ احسن واشرف

سوال: یہ سوال حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ذکر کیا ہے کہ: ''کسی آریہ نے اعتراض کیا تھا کہ: کہ گوشت کھانا تو بے رحمی ہے؟ پھر اِس کی کیوں اجازت ہے؟ جن صاحب سے اُس آریہ نے یہ سوال کیا تھا اُنھوں نے مجھ سے اعتراض کا جواب پوچھا۔ میں نے اُنہیں جواب دیا کہ اُس آریہ سے یہ پوچھو کہ جو جانور بلا ذبح کیے ہوئے اپنی موت مرتے ہیں، اُنہیں کون مارتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالی ہی مارتے ہیں۔ اگر جان لینا بے رحمی ہے، تو وہ تو رحیم وکریم ہیں اور جانوروں کو کیوں مارتے ہیں؟ پھر فرمایا کہ جس طرح ویسے جان لینا بے رحمی نہیں، ذبح کی اجازت دے کر بھی جان لینا بے رحمی نہیں ہے۔

ایک انگریزی خواں کہتے تھے کہ کسی انگریز نے ایک بڑی کتاب لکھی ہے جس میں دلائل اور سائنس کے اصولوں سے ثابت یہ کیا ہے کہ جتنی ترکاریاں اور پھل وغیرہ ہیں اُن میں بھی جان ہے اور ایسی جان ہے کہ اگر اُن کو کھایا جائے تو اُس سے اُنہیں بھی اذیت ہوتی ہے۔ یہ اُس نے قوی دلائل سے ثابت کر دیا۔ چوں کہ یورپ میں ایک ایسی جماعت بھی جو گوشت نہیں کھاتی، اُن پر اِس کتاب کے ذریعے سے احتجاج کیا ہے۔ اور اُنہی سے یہ سوال کیا ہے کہ جب بقولات میں بھی ایسی جان ہے کہ اُن کو بھی کھائے جانے سے اذیت ہوتی ہے؛ چناں چہ اُس نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب آلات سے اُن کو کاٹا جاتا ہے، تو

اذیت سے سکڑتے ہیں، تو اب بتلاؤ کیا کھاؤ گے؟۔'' (حکیم الامت: ملفوظات: جلد۹ ص۲۳۷)

سوال: مسلمان حرم یعنی مکہ کے جنگل کے جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے جس معلوم ہو گوشت کھانا ناجائز ہے؟

میلہ خدا شناسی میں منشی پیارے لال نے گوشت کے حلال ہونے پر یہ اعتراض کیا تھا کہ: یہ ظلم ہے اور پھر اُس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ اہل اسلام حرم کے جانوروں یعنی مکہ معظّمہ کے جنگل کے جانوروں کو نہیں کھاتے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک بھی گوشت کھانا جائز نہیں۔

جواب از مولانا احمد حسنؒ: اِس پر مولوی احمد حسن صاحب نے کچھ ایسا فرمایا کہ: ظلم اُسے کہتے ہیں جو کسی کی چیز کو اُس کی ''مرضی کے خلاف'' اور بلا اجازت'' استعمال کرے۔ اور اجازت سے کرے،'' تو اُس کو ظلم نہیں کہتے۔'' لہٰذا'' ہم جانوروں کو اگر کھاتے ہیں، تو خدا کی اجازت سے کھاتے ہیں۔ باقی حرم کے جانوروں کا نہ کھانا ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے محبوب کے کوچہ کے جانوروں کو باوجودے کہ گوشت کھایا کرتا ہو، کچھ نہ کہے۔''

جواب از پادری نولس: ''اِس کے بعد پادری نولس صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ: شمال کی طرف بعض اقلیموں میں سردی کی کثرت کے باعث کھیتی، گھانس کچھ نہیں ہوتی۔ ہاں، جانور البتہ ہوتے ہیں اور پھر اِس پر وہاں بھی آدمی آباد ہیں، اگر جانور حلال نہ ہوں، تو وہ سب آدمی ضائع ہو جائیں اور خدائے تعالیٰ کے رحم سے بہت بعید ہے کہ ایک مخلوق کو پیدا کرے اور اُن کے کھانے کے لیے غذا پیدا نہ کرے۔ غرض، وہاں گوشت غذا ہے، اگر حلال نہ ہوں، تو وہاں کے تمام آدمی مر جائیں۔ (میلہ خداشناسی)

پہلے حجۃ الاسلام کے حوالہ سے مفصل گفتگو پیش کی گئی اور اُسی کے ضمن جواب نمبر۴ کے تحت اِنتصار الاسلام کا مضمون بھی ذکر کر دیا گیا۔ اُس کے بعد ''حکمتِ احسن کے عنوان کے تحت'' گفتگوئے مذہبی'' کا مضمون بھی ذکر کیا جا چکا۔ آگے اِس موضوع پر مستقل کتاب ''تحفۂ لحمیہ'' سے تحقیقات پیش کی جا رہی ہیں۔

[۳]

[نمبر ۱۱-۱۶-تحفۃ الحمیہ سے ماخوذ]

۱۱-گوشت کھانا: عقلِ سلیم کا فیصلہ

اعتراض: گوشت کھانا ظلم ہے اور ظلم ہر شخص کے نزدیک برا ہے ''جو گوشت کھانے کو بہت بُرا جانتے ہیں اُن کے پاس'' سوائے ''اِس کے کوئی دلیل نہیں ہے کہ ظاہر میں ذبح کرنا جانوروں کا ظلم معلوم ہوتا ہے۔ اور ظلم ہر مذہب وملت میں؛ بل کہ ہر کس وناکس کے نزدیک برا ہے۔ پس باوجود اِس کے نہیں معلوم کہ کھانے والے کیوں ہزاروں جانوں کو تلف (ہلاک) کر کے ایک اپنا دل خوش کرتے ہیں؟ اور خدا سے نہیں ڈرتے کہ ایک مخلوق کی مخلوق پر اِس قدر جفا'' کرتے ہیں، ''کہ اُس سے زیادہ اور کیا ہوگا۔''

جواب-عقل سلیم کا تقاضا: ''واقعی یہ دھوکا ایسا ہے کہ ایک دفعہ تو اچھے عقل مندوں کو بھی'' غلط فہمی میں ڈال'' دیتا ہے۔ پس اِن حضرات کو اگر خدا تعالیٰ عقل سلیم اور نظرِ انصاف عنایت فرماوے، تو صاف معلوم ہو جائے کہ اِس کو ظلم سمجھنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جس کو سونے اور پیتل اور بلور......اور زمرّد اور سبز کانچ کی تمیز نہ ہو اور سونے اور بلور اور زمرد کی کان پر جائے اور دیکھے کہ ہزار ہا سونا اور جوہری گودیں بھر بھر لیے جاتے ہیں۔'' لیکن یہ'' اپنی بے تمیزی سے سونے کو پیتل اور بلور کو پھٹک (کانچ) اور زمرد کو سبز کانچ سمجھ کر چھوڑ دے اور اٹھا لینے والوں پر اعتراض کرے۔ سو، ایسوں ہی کے حق میں کہا ہے:

ع: مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں (مجھے تم سے خیر کی امید تو ہے نہیں؛ لیکن برائی تو نہ پہنچاؤ-ف)''

جمہوریت کا اصول: ''مناسب تو یوں تھا کہ یہ بھی اُن کا اتباع کرتا اور جانکاروں کو طلب گار دیکھ کر اپنی سمجھ کو غلط سمجھتا، تو محروم نہ رہتا۔'' عام دستور'' ہے کہ جس طرف زیادہ عاقل ہوتے ہیں اُسی طرف عقل کی بات ہوتی ہے۔ پھر تماشا ہے کہ سارا جہان تو ایک طرف ہو، یہاں تک کہ ہندوؤں میں سے بھی بہت سی قومیں (گوشت کھانے کو درست سمجھیں)؛ پھر بھی اہل ہنود گوشت کھانے کو ظلم اور کھانے والوں کو ظالم سمجھیں اور اپنی وہی'' مرغے کی ایک ٹانگ'' کہے جاویں۔ اس سے زیادہ اور کیا ناحق شناسی ہوگی (کہ ساری دنیا کے عقل مندوں کو غلط بتائیں اور اُن کے خلاف بے عقلی کی بات الاپیں، غلط ہونے کے لیے) منصف (justice) کے نزدیک تو یہی بات بہت ہے۔''

ظلم کے معنی: لیکن'' مزید توضیح کے لیے اتنا اور بیان کیا جاتا ہے کہ ظلم کے معنی ''صرف ایذا رسانی کے نہیں ہیں،'' ورنہ سانپ اور بچھو اور شیر کا مارنا بھی''' یقیناً حرام ہو جاتا''۔ حالاں کہ'' یہ سب کے نزدیک بالاتفاق-ہندو ہوں یا مسلمان- جائز ہے؛ بل کہ بعضے موقع پر واجب۔'' لہٰذا معلوم ہوا کہ ظلم کے معنی صرف ایذا رسانی کے نہیں ہیں: بل کہ اصل معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص'' کسی غیر کی چیز کو- گو کسی کام کی نہ ہو- اُس کی بے اجازت، اپنے تصرف میں'' لائے۔ ہاں'' اپنی چیز کا اختیار ہے، جلاؤ یا پھونکو، توڑو یا موڑو۔''

مثال: ''اسی لیے اگر کوئی کسی کے پھٹے پرانے کپڑے کو پھاڑ دے، تو ہر کوئی ظلم کہہ کہہ کے جینے سے تنگ کر دیتا ہے۔ اور اگر وقت ضرورت کے کوئی شخص اپنے کشمیری دوشالہ کو بھی جلا کے کھانا پکا لے یا دوسرے کو پکانے کو دے دے؛ بل کہ بے ضرورت بھی اگر

ضائع کردے یا کرادے، تو کوئی ظلم نہیں کہتا، خود (ضائع) کرے یا دوسرے سے (ضائع) کرنے کو کہے۔'' ہرصورت میں یہ ظلم نہیں ہے۔

احسان کی قدردانی محبت میں ترقی کا ذریعہ ہے: ''لہذا، جب ہم بیع وشرا واجارہ ووصیت اور وراثت کے سبب اِن اشیا کو اپنا خیال کرتے ہوں اور اِن خیالی باتوں پر آپس میں کیا کیا حجتیں ہوں کہ الٰہی پناہ! باوجودے کہ عقلاً سب انسان سب چیزوں میں برابر نظر آتے ہیں۔ اِس صورت میں اگر خداوند کریم بھی - جس نے ہمیں (بنایا) اور سب چیزوں کو بنایا ہے - جہان کو اپنا کہے اور گائے، بھینس، بکری وغیرہ کو اپنا (کہہ کے اور) کرکے اپنی اشرف المخلوقات کو اجازت دے دے کہ اِن کا گوشت تمہارے کارآمد ہے: کھاؤ اور مزے اڑاؤ؛ پر حد سے باہر نہ جاؤ، تو فرمایئے کیا گناہ ہے اور کون سی تقصیر (کوتاہی)؟

اگر طمع خواہد زمن سلطانِ دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

(ترجمہ: اگر ہمارا مانگنا اور طمع کرنا ہی بادشاہ کو پسند ہے، تو اپنی قناعت اور کفایت پسندی پر خاک ڈالتا ہوں۔)

۱۲- گوشت کھانا خدا کی اطاعت اور محبت کا باعث ہے

سوال: کیا گوشت کھانے میں سوائے لذت کے، کوئی روحانی نفع بھی ہے؟ اگر غور سے دیکھیے تو خدا تعالی کا گوشت کھانے کی اجازت دینے کا یہ احسان: خدا تعالی کی اطاعت اور محبت کا باعث ہوگا۔ کیوں کہ جب یہ نعمت ملے گی، تو اللہ کا شکر'' زبان پر جاری ہوگا اور یاد آئے گا کہ ہم اور یہ سب برابر تھے۔ فقط عنایتِ الٰہی نے ہمیں اشرف اور انہیں کمتر کرکے ہمارے کھانے اور پینے اور سواری اور بوجھ اٹھانے کے لیے ہمارا مسخر بنادیا۔ اگر الٹا کردیتا، تو کون اِس کا مانع تھا؟''

انسان کائنات کی تمام چیزوں سے اشرف ہے: ''باقی انسان کا اشرف ہونا ایسا نہیں، جو کوئی نہ جانتا ہو۔ ہاں اگر کوئی ہماری بدشگنی کے لیے اپنی ناک کٹائے اور گاؤ، بھینس، بکری کو انسان سے افضل کہے، تو انسان سے (وہ) تو کیوں افضل ہوں گے؛ البتہ ایسے جاہل سے گائے، بکری چھوڑ، گدھا بھی افضل ہے۔'' لہذا'' ایسوں سے ہمارا کلام نہیں، بندہ انصاف والوں سے کام رکھتا ہے۔''

حکمت کا تقاضا ہے کہ گوشت کی اجازت ہو: خلاصہ یہ کہ: ''جب انسان افضل ٹھہرا اور'' بے شمار منافع کو دیکھتے ہوئے'' جو - بہ اتفاق اطبائے عالم - گوشت میں موجود ہیں، گوشت انسان کے بہت کارآمد نکلا۔ اگر خداوند کریم اُس کے کھانے کی اجازت نہ دے، تو اُس کو حکیم کون کہے؟ بل کہ اُس میں اور اُس شخص میں کیا فرق ہو جس کے گھر میں بچے

بھوکے مرتے ہوں''؛ لیکن اِس خیال سے کہ اگر اِن کے ہاتھ میں روٹی دوں گا، تو یہ روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے، کھا کر کھانے کا پاخانہ بنادیں گے۔ (۲) اِس ظلم کے خیال میں اُس (روٹی کھانے کے) ظلم کو گوارا رکھے اور بچوں کو - روٹی دھری دھرائی - ترسائے۔ اگر روٹی کے لیے ترسانا ظلم ہے، تو روٹی اور گوشت میں کیا فرق ہے؟ انسان کی افضلیت، انسان کے لیے گوشت کی منفعت کو دیکھتے ہوئے اگر سوال ہوسکتا تھا، تو اُس وقت ہوسکتا تھا کہ جب گوشت کھانے کی اِجازت نہ ہوتی۔ اُس وقت اگر یہ اعتراض ہوتا کہ حکیم حکمت کے کام کیا کرتا ہے اور یہ حکمت کے خلاف ہے؟

تمام مذاہب کے پیروکار، بہ کثرت ہندو گوشت خور ہیں: خلاصہ یہ کہ: ایک طرف خدا کے مالک ہونے کو ملحوظ رکھیے، دوسری طرف انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا لحاظ کیجیے، تو خدا کی شفقت سے ''کیا بعید ہے کہ گوشت حلال ہو'' اور ظاہری طور پر ''یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب و مشرب میں اِس کا رواج ہے۔ ہنود میں بہت سی قومیں اوروں کی شریک ہیں؛ بل کہ خود تو خود، اپنے معبودوں'' دیوی، دیوتاؤں کے لیے ''بکروں کا جھٹکا کرکے نذر گزارتے ہیں۔ شاید بہت ہی عمدہ سمجھتے ہوں گے''، تبھی تو ''معبودوں کے لیے تجویز کیا۔

شاستروں میں گؤ کی قربانی: اور جو شاستر سے واقف ہیں اور بید، پُران کو جانتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ''جس وقت'' کہ برہمن زادہ تحصیل علم کرکے گھر آتا تھا، گئو کی قربانی کرکے کچھ کیا کرتے تھے۔'' اس لیے، ''اگر اِس بات کو ظلم یا حرام جانتے، تو'' شکر کے ایسے وقت'' میں - جو اچھے کاموں اور عبادتوں کا وقت ہے - ہرگز (گائے، بکرے ذبح) نہ کرتے؛ بل کہ نام سے بھی برا مانتے۔''

۱۳- عقل کی رہنمائی اور خدا کی اجازت سے بڑھ کر کوئی جذبہ نہیں ہوسکتا

سوال: کیا گوشت سے پرہیز والے جانوروں کے دیگر اعضاء و اجزاء کا استعمال نہیں کرتے؟

جواب: اگر شاستر اور بید کی طرف منسوب برہمن عالم کی دعوت کے لیے گائے کی قربانی کی بات، اگر غلط ہو، تو خیر اِسے جانے دیجیے۔ (حالاں کہ یہ غلط نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو: ''ہندو دھرم اور اسلام میں قربانی کا تصور'' از پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی، ماہ نامہ تہذیب الاخلاق، جلد ۳۴ شمارہ ۹، ستمبر ۲۰۱۵ ص ۷۸-۸۵ جس کے بعض اقتباسات ہم آئندہ ذکر کریں گے) اِس سے زیادہ (تو) اب (اپنی) آنکھوں سے دیکھتے ہیں: (کہ) ایسے بہت کم ہوں گے'' جو'' چمڑے کی جوتیاں نہیں پہنتے۔'' اور یہ چمڑہ اُن کے ہلاک ہونے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے، اس لیے ایذا سے تو بچ نہیں سکے، دوسری طرف گوشت کھانے میں ''تو تعظیم بھی تھی، فقط ایک ایذا کے خیال سے جی کھٹکتا تھا، جوتیاں بنانے میں فرمایئے کون سی تعظیم ہے؟ یہ وہی مثل ہے کہ ''گڑ کھائیں اور گلگلوں کا پرہیز''۔

عذر گناہ، بدتر از گناہ: کوئی بہت کہے، تو یہ کہے کہ یہ ہمارے دین کی بات نہیں، یوں ہی (چمڑے کی جوتیوں کی) ایک رسم پڑگئی ہے۔ سو یہ وہی بات ہے کہ ''عذر گناہ، بدتر از گناہ''؛ کیوں کہ مسلمان اگر ایسے کام کرتے ہیں، تو'' - اپنے خیال میں - خدا کے کہنے سے

''کرتے ہیں۔ ہندوؤں کو کس بلا نے گھیرا کہ- بے وجہ، بے سہارے، اس قدر گئو کی اہانت
کر کے مسلمانوں کے (سامنے) منھ دکھلانے کے لائق نہیں رہتے۔''

گوشت حلال ہونے میں شک نہیں: جب خدا حکیم شفیق اور انسان افضل المخلوقات ٹھہرا اور گوشت کا نافع اور لذیذ ہونا مقرر ہو چکا۔ اور اُس کے ساتھ ایک جہان کے جہان کو اول سے اب تک گوشت کھانے اور حلال کہنے پر متفق اللفظ سنا اور دیکھا۔ اور اُن کے مقابل میں فقط ہنود کو ''ایک رکاوٹ'' دیکھا — جو بہ اعتبار مقدار کے'' دسواں، سوواں حصہ ''بھی نہ ہوں گے اور بہ اعتبار عقل اور علم اور رسوم اور عادات اور بلند ہمتی کے ہم سنگ پاسنگ بھی نہیں —''، تو عقل سلیم نے اِن سب'' وجہوں'' پر نظر کر کے یوں سمجھا کہ گوشت'' کے حلال ہونے'' میں تو کچھ شک نہیں۔''

ذبح کے وقت کیا تصور ہونا چاہیے؟ لیکن حلال ہونے سے'' ایسا بھی نہ (سمجھ لینا) چاہیے کہ ہر دم، ہر لحظہ گائے کے گلے پر طور بے طور چھری لیے تیار رہیں؛ بل کہ (گائے کے تحفظ کے قانون کے بعد، اب ہندوستان میں گائے کے علاوہ جانور: ف) اگر ذبح کرنا منظور ہو، تو'' پہلے خدا تعالی کی بے نیازی'' یاد کریں اور اپنے دل میں کہیں کہ (وہ خدا) اگر ہمارے'' لیے'' ذبح کا حکم دے کر دوسروں کے واسطے ہمیں حلال کرتا، تو ہم اُس کی ملک تھے (اُسے حق تھا)۔ اب جو اُس نے ہمارے لیے اِنہیں حلال بنایا، تو چاہیے کہ اُس کے نام پر ہم یہ کام کریں۔ اور اُس کی جان سمجھ کر بطور نثار اُس کے لیے قربان کریں۔ سب جانیں اُس کی ہیں، اُسی کے نثار ہونی چاہییں۔''

آئندہ کی زندگی کس عزم کے ساتھ ہو' انسان اپنے موقع پر وقت پا کر اُس کی راہ میں سر کٹائیں، مال لٹائیں اور مارے جائیں اور اپنے پاک پاک اور طیب جانوروں کو اُس کے نام پر نثار کریں۔'''' پھر اُن کے گوشتوں کو خدا کے نام کی برکت اعتقاد کر کے بہت رغبت سے کھائیں اور اُن کی کھالوں اور ہڈیوں کو استعمال میں لائیں۔''

نکلتے ہی نکلتے نکلے ہے: ''یہ بات ہر چند سر دست اُن لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے گی جن کے دلوں میں سالہا سال سے گوشت کی برائی جمی ہوئی ہے۔ وہ مثل ہے کہ کسی ہندو پیر سال نے - وقتِ تقاضائے اسلام کے- مسلمان مجاہد سے کہا تھا کہ: ''میاں! ستر برس کا رام، جی میں بیٹھا ہوا نکلتے ہی نکلتے نکلے ہے''۔

۱۴-اگر کھانا ظلم ہے، تو لادنا بھی ظلم ہے

سوال: کیا گوشت سے پرہیز ظلم سے بچالیتا ہے؟: لیکن جو اپنی خو اور عادت سے الگ ہوکر مذکورہ بالا دلائل پر نظر کے بعد ہنود اور اہل اسلام میں محاکمہ کریں گے، تو اِس کے علاوہ ''اور کیا کہیں گے کہ گوشت کا کھانا اگر'' ظلم وزیادتی کی وجہ سے نادرست ہوتا، تو'' جو دلائل ذکر کیے گئے، اُن سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے، تو ''سواری پر لادنا، پھاندنا اور ان کو بہ جبر مقید اور محبوس رکھنا بھی ناروا ہوتا۔ تھوڑے بہت کا فرق ہے، قتل اگر گناہِ کبیرہ ہے، تو مارنا پیٹنا، قید رکھنا کچھ ثواب نہیں ہوجاتا۔''

عام قاعدہ: چار و'' ناچار یہی کہنا پڑے گا کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اشرف کے لیے ادنیٰ کا استعمال میں لانا'' ایک عام قاعدہ ''ہے۔ یہی مسلمان کہتے ہیں کہ اشرف المخلوقات کے لیے اس نے مناسب، نامناسب دیکھ کر اجازت کھانے پینے اور استعمال میں لانے کی دی ہے۔'' اور شبہہ دور کرنے کے لیے ہزار ہا'' مثالوں سے اس عالم کو بھر دیا۔''

مثال: '' آخر کون نہیں جانتا کہ اچھے مکان کے بنانے کے وقت اینٹوں کو کیسا توڑ پھوڑ، گھڑ گھڑ کے لگاتے ہیں، مکان اور اہل مکان کو اینٹوں سے افضل سمجھا، تو یہ ستم اینٹوں پر روا رکھا۔ استنجا کے واسطے کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ اینٹ یا سنگ موسی (خاص قسم کی اعلیٰ، نفیس ولطیف چیزوں کے کھرل کرنے خوشبودار چیزوں کے محفوظ رکھنے کے لیے یا دیگر خاص موقعوں میں خوش نمائی کے لیے استعمال ہوتا ہے) یا سنگ مرمر یا زمرد یا یاقوت یا لعل'' پر بیل بوٹے'' تراش کے تیار کر کے رکھتا ہو۔''

اعتراض کا سبب کم فہمی ہے: جب ادنی کا اشرف کے لیے استعمال کا قاعدہ ہنود کے نزدیک بھی مسلَّم ٹھہرا، تو پھر کیا وجہ ہے کہ'' جوتیاں پہننے اور زور زبردستی کے ساتھ سواری کرنے، لادنے پھاندنے میں تو مسلمانوں جیسا ہی سلوک کرتے ہیں؛ لیکن گوشت کھانے میں کے لیے- اہل اسلام کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔

☆ یہ ایک افسوس کی بات ہے کہ مذہبی رسوم، طور طریقے، عبادتیں اور اسلامی بزرگوں کے شعار دیکھ کر اکثر لوگ اس دین کو پسند کرتے ہیں، تو صرف ایک بات کو دیکھ کر -کہ اُس میں بھی غور کرنے سے اپنی کم فہمی ہی معلوم ہوتی ہے الٹے- اہل اسلام پر اعتراض کرنے لگتے ہیں اور شرف اسلام سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اِس کا سبب دو ہی باتیں ہیں۔ ا: **سمجھ میں قصور**: '' اگر سمجھ کا فرق تھا، تو یہ اُس کا جواب ہے۔ ۲: **برادری کا خوف**: اگر برادری کا خوف ہے، تو خدا خوف کے لیے کچھ برادری سے کم نہیں۔

ہاں، اگر اہل اسلام: (انسانوں کے کھانے کی ترغیب دیتے یعنی) آدمی کا کھانا، آدمی کے لیے درست بتاتے اور آدم خوری کراتے، تو ہم بھی کہتے کہ ہندو بے چارے سچ کہتے ہیں۔ یہ عقل میں نہیں آتا کہ خدا کے گھر سے ایسا نازیبا حکم آئے۔

خدا کی عطا (gift) قبول نہ کرنا ظلم اور قابلِ سزا ہے: لیکن جہاں تک جانوروں کے حلال ہونے کی بات ہے، تو ایک طرف خدا کے جاہ وجلال اور جمال پر نظر کریں، دوسری طرف اپنی بندگی اور عاجزی کو دیکھیں اور پھر تصور کریں کہ اُس نے یہ نعمتیں

ہمارے لیے بنائی ہیں،تو ایسی صورت میں ان نعمتوں کا قبول نہ کرنا خدا کے ساتھ محبت کی کمی
اور اپنے غرور ونخوت پر دلالت کرتا ہے۔اور یہ بات بندگی ،فرمانبرداری اور قاعدۂ عشق و
محبت سے کہیں دور ہے جس میں اندیشہ اِس کا ہے کہ کہیں عتاب وسزا نہ ہوجائے۔کیوں
کہ اس طرح انسان نے گویا اُس خدا کی اہانت کی جس نے انسان کو یہ نوازش بخشی کہ اسے
ادنی مخلوقات کے استعمال کی اجازت دی اور یہ اس اجازت کو ختیار کرنے سے انکار کرتا
ہے۔

اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ادنیٰ سے نوکر کو کچھ مٹھائی یا روٹی
وغیرہ عنایت کرے اور فرمائے کہ کھاؤ۔اور وہ- بایں خیال کہ اگر کھاؤں گا،تو یہ بادشاہ کی
چیز ہے،اس کی ہیئت بگڑ جائے گی،ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہوکر خراب ہوجائے گی اور
پیٹ میں جا کر کچھ کا کچھ بن جائے گا- انکار کرے اور نہ کھائے اور (دی ہوئی چیز کو)
غنیمت سمجھ کر سر اور آنکھوں پر نہ دھرے؛بل کہ الٹا پھیر دے،تو اُس بادشاہ کو کیا اچھا معلوم
ہوگا؟

۱۵-مردار ناپاک، بری عادتوں والے جانوروں سے پرہیز کی حکمت

مذکورہ بالا اصول وکلیات کے پیشِ نظر صاف ظاہر ہے کہ گوشت بے شبہ ”حلال“
ہے۔اور اس کا بالکل ترک کر دینا اچھا نہیں۔اور یہ بات اہل اسلام کے مذہب کے بالکل
مطابق پائی جاتی ہے۔چناں چہ:

☆”مردار کا نہ کھانا -اور بہت سے ایسے جانوروں کا (نہ کھانا) جن میں ناپاکی یا
کوئی خوئے بد (بری عادت) غالب معلوم ہوئی-(یہ بات) صاف کہے دیتی ہے کہ
مذہب اسلام میں اس بات پر لحاظ ہے کہ اگر خدا کا نام نہ لگا ہو اور اُس کے لیے جاں نثاری
نہ ہوئی ہو،تو“ اپنے لیے بھی اسے حرام سمجھتے ہیں۔

☆پہلی مثال میں تو باوجود”اِس کے کہ خون اُس کا مر کر گوشت وپوست میں رل
مل گیا اور اپنا سا ناپاک سب کو بنا دیا،(تو مردار کا گوشت) اب نعمت نہ رہی؛بل کہ نقصان
کی چیز بن گئی،“اس لیے”وہ بے برکت ہے۔اور اُس میں سے کچھ اپنے معبود محبوب کی (
عطاونعمت کی) بو نہیں آتی۔“

☆دوسری میں (ناپاک غلیظ اور بری عادت والے جانور میں) روح کو بہ سبب
ناپاکی یا کسی اور برائی“ پائی جانے کی وجہ سے نذرِ خداوندی کے قابل نہیں جانتے،تو اپنے

لیے بھی اسے حرام سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ اپنا کھانا تو طفیل میں اپنے معبود محبوب کے سمجھتے ہیں۔

اور ''جو چیز خود بری ہے وہ دوسرے کو کیا نفع دے گی؛ بل کہ'' اُلٹا نقصان پہنچائے گی۔ بالکل دوا وغذا کی تاثیر کا سا معاملہ ہے کہ جو اُس میں اثر ہے، وہی اثر کھانے والے کو پہنچے گا؛ لہٰذا اِس صورت میں گوشت کا نعمت ہونا بھی (باقی نہ رہا)- جو اصل اور لِمّ (reason) اور وجہ'' حلال ہونے'' کی تھی، (وہ وجہ بھی) نہ رہی۔

'' ورنہ اگر'' معبود محبوب کے لیے جاں نثاری اور اُس کی عطا ونعمت کا لحاظ نہ ہوتا؛ بل کہ '' یہ ستم گری (ذبح کرنا اور کھانا) فقط بہ تقضائے خواہش نفسانی ہوتی، تو'' کیا رکاوٹ تھی'' کہ سور، کتے، بلی وغیرہ کو چھوڑ دیتے؟ (اُنہیں بھی کھاتے)- فقط یہی خیال رہا کہ نہ یہ'' ''خدائے جل شانہ کے'' لیے نثار کرنے کے قابل'' ہیں اور نہ کوئی نعمت ہیں۔''

خاصیت اور تاثیر کا لحاظ

''بل کہ اگر فرض کرو: آدمی سور کھانے لگیں، تو جیسے سور میں بے حیائی ہے کہ اپنے جوڑے سے اگر کسی کو جفتی کرتے دیکھتا ہے، تو اور جانوروں کی طرح کچھ اس کو غصہ نہیں آتا، اُسی طرح سور خوروں میں بھی یہی پیدا ہوگا۔ اور کسی کو ان میں سے ماں بہن، جورو بیٹی کی غیرت نہ رہے گی۔ اور جیسے اس کو صبح سے شام تک ناپاکی میں گزرجاتا ہے اور لحظہ کو نہیں گھبراتا، دنیائے گندگی سے ان کا دل بھی نہ گھبرائے گا۔ اور خدا کی عبادت کا وار ہفتہ میں ایک دن (آتا ہے، وہ) بھی نہ آئے گا۔ کیوں کہ خدا کی عبادت اور یاد دلِ پاک سے ہو سکتی ہے، ناپاک اس سے گھبراتا ہے۔''

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

(ایک جنس کا جانور اپنی ہی جنس کے ساتھ اُڑتا ہے، کبوتر کبوتر کے ساتھ، باز باز کے ساتھ)

اور'' جو منصف اور بیدار مغز ہیں، وہ ایسے فرق خوب سمجھتے ہیں۔ اور مجموعہ اہل اسلام '' کا دیگر مجموعوں سے موازنہ کر کے'' اوسط نکال لیتے ہیں۔ اور'' '' کثرت عبادات جو مسلمانوں میں دیکھتے ہیں، سمجھ جاتے ہیں کہ اوروں'' کے مقابلہ میں اگر'' اکثر دل پاک ہیں، تو مسلمانوں ہی کے ہیں۔ اور اسی طریقہ سے رفتہ رفتہ اُن کی عقل کو یہاں تک رسائی ہو جاتی ہے کہ'' اسلام کے حکموں کی خوبیوں کا ظاہری ثمرہ اور نتیجہ'' معلوم ہوتا ہے۔ مثل ہے کہ: جیسا بیج، ویسے ہی پھل پھول'' لہٰذا جیسا مذہب ویسے ہی اُس کے نتائج و برکات۔ مذہبِ اسلام میں اچھائی اور خوبی ہے، تو اُس کے احکام میں بھی خوبی اور برکت ہے۔

۱۶-ملحد کے لیے گوشت کھانے کی دلیل

''یہاں ایک اور بات قابل بیان'' ہے، وہ یہ کہ مذکورہ بالا گفتگو'' اُس وقت درست ہو (سکتی ہے جب) کہ ہنود اور مسلمانوں سے بحث پڑے؛ لیکن یہ تقریر اُس وقت کارآمد نہیں کہ کوئی (ایسا) شخص- جو کسی دین کا پابند نہیں- گوشت کھانے پر اعتراض کرے۔ کیوں کہ اُس کے سامنے یہ کہنا کہ: خداوند کریم نے اپنی مخلوقات میں سے اشرف کو ''جانوروں'' کے استعمال کا حکم دیا ہے۔ خواہ اُن کو لادنے پھاندنے میں کام میں لاویں یا گوشت کھانے میں۔ تو ایسا شخص اِس جواب پر قانع نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ملحد تو خود خدائے تعالیٰ کے قائل نہیں ہوتے، تو پھر اُس کے حکم کو ان کے سامنے بیان کرنا بے فائدہ ہے۔ بل کہ اُن کے لیے کوئی عقلی دلیل چاہیے جس میں اُن کو بھی مجال دم مارنے کی نہ ہو۔ اس لیے ہم یہاں ایک مختصر دلیل عقلی بھی لکھے دیتے ہیں، تا کہ اُس قسم کے لوگوں کے لیے کارآمد ہو۔

الف

ملحد کا اعتراض: خدا کی طرف منسوب کر کے اور اُس کی اجازت کا سہارا لے کر کوئی چیز جائز نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ خود خدا کا ہی وجود تسلیم نہیں؟

جواب: وہ یہ ہے کہ: (دنیا) جہان کے جانوروں میں ایک وضع خلقی (پیدائشی ساخت) پائی جاتی ہے کہ اُس وضع کو امور دنیوی میں بہت دخل ہے۔ مثلاً گھوڑے کے استعمال کا طور لگام دینے اور پشت پر بوجھ لادنے سے ہے۔ اور بیل کے کام میں لانے کا طور ناتھ ڈالنے اور گردن پر جوار رکھنے سے۔ اگر اس کے خلاف کیا جاتا ہے، تو جانوروں کی صورت بگڑ جاتی ہے۔ اور یہ بات محتاجِ بیان نہیں۔ جن لوگوں نے دھوبیوں اور سقوں کے بیل دیکھے ہوں گے، وہ خود سمجھ لیں گے۔ اسی طرح ہر ایک کے لادنے کا طور جدا ہے، گھوڑے کو کھڑا ہوا لادتے ہیں اور اونٹ کو بیٹھا ہوا۔

فطری ساخت کا امتیاز: غرض کہ جتنے جانور ہیں اُن کی وضع جبلی (فطری ساخت) کے لحاظ سے ہر ایک قسم میں وہ بات پائی جاتی ہے جو دوسرے میں نہیں۔ اب اگر ہر جاندار کی خوراک پر لحاظ کیا جاتا ہے، تو یہ بھی پرند اور چرند میں مختلف وضع کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً پرندوں میں جن کی نوک ترچھی ہے، اُن کی خوراک گوشت ہے، اور جن کی نوک سیدھی ہے، وہ گوشت کے گرد نہیں پھرتے۔ اور اگر اس قاعدہ سے ایک دو پرند مستثنیٰ ہوں، تو وہ ہمارے مطلب میں مخل نہیں۔ اور چوپایوں میں گوشت خوروں کی یہ وضع رکھی گئی ہے کہ اُن کے دو کیلے اور ڈاڑھیں کچھ گول ہوتی ہیں اور جن کی خوراک گھاس وغیرہ ہے اُن کی ڈاڑھیں چپٹی ہوتی ہیں۔ گو بعضوں کے نیش مثل کیلوں کے ہوتے ہیں۔ جیسے اونٹ کے یا گھوڑے کے۔ مگر ڈاڑھوں کی شکل گائے بیل اور اونٹ کی یکساں ہے۔ اور یہ ایسی پہچان ہے کہ اگر چوپایا سامنے نہ ہو، صرف اُس کی ڈاڑھیں پیش کی جائیں، تو پہچان سکتے ہیں کہ اُس کی خوراک گوشت ہے یا گھاس۔

پھر چوں کہ آدمی بھی ایک جاندار غیر پرند ہے، تو اُس کی ڈاڑھوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مثل اُن جانوروں کے ہیں جو گوشت کھاتے ہیں، (ڈاڑھیں) گھاس کھانے والوں کی سی نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اُس کی وضع جبلی (فطری ساخت)

گوشت کھانے کو مقتضی ہے اور اسی وجہ سے تمام دنیا میں کوئی ایسا ملک نہ پاؤ گے جس کے باشندے بالکل گوشت کے تارک ہوں۔

ب

سوال: باقی رہا یہ کہ اہل اسلام ذبح کر کے کیوں کھاتے ہیں؟ اگر ''فطری ساخت کا لحاظ ہے، تو ذبح کیا ہوا جانور جھٹکے کا جانور اور مردہ سب برابر ہونا چاہیے۔ اِن میں باہم فرق کرنا ایک کارِ عبث ہے۔

جواب: ''اِس کا جواب عقلی یہ ہے کہ ذبح کیا ہوا جانور لذیذ زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہ امر اُن لوگوں پر مخفی نہیں جو دونوں قسم کے جانور کھاتے ہیں۔ بہت (سے) غیر مذہب کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے کھانے کے لیے جانور کو ذبح کرا لیتے ہیں۔ اگر اِس میں کچھ لذت زیادہ نہ ہوتی، تو وہ یہ حرکت کیوں کرتے؟''

علاوہ ازیں منصف مزاج بیان بھی کر دیتے ہیں کہ اس صورت خاص سے ذبح ہونے سے لذت زیادہ ہوتی ہے اور جو متعصب یا بے عقل ہیں، وہ اپنی وہی ایک گائیں گے اور مرغی کی ایک ٹانگ بتائیں گے۔ سو ہمیں اس باب میں کچھ سینہ زوری کرنی نہیں۔ جو سمجھے، وہ سمجھے، جو اس پر بھی نہ سمجھے، اسے خدا سمجھے۔ آمین۔

[۴]

فتویٰ قاسم

(ہندوؤں سے گوشت خریدنے کے متعلق)

سوال: علمائے دین اِس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ہندو قوم کے کسی شخص نے بھیڑ، بکرا وغیرہ کسی جانور کو مسلمان کے ہاتھ سے ذبح کرایا۔ اُس کے بعد وہ ذبح کیا ہوا جانور مسلمان کی نظر سے غائب ہو گیا۔ اور کچھ دیر بعد ہندو نے اُسی مسلمان سے کہا کہ: یہ گوشت وہی ہے کہ جسے تو نے ذبح کیا تھا۔ تو کیا ایسی صورت میں اُس مسلمان کا ہندو کے قول پر اعتماد کر کے اُس ذبیحہ کا گوشت خریدنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جب تک کہ ذبیحہ مسلمان کے سامنے رہے اور غائب نہ ہو، اُس کا خریدنا اور کھانا درست ہے۔ لیکن نظر سے غائب ہونے کے بعد، اِس باب میں اُس کافر کا قول معتبر نہیں ہے۔

غیر مسلم سے گوشت خریدنا: مضمون کا حاصل: ''یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک یا ہندو مثلاً کھٹیک وغیرہ یا مجوسی یا چوہڑا یا چمار یا اور کوئی مشرک گوشت بیچتا ہو اور کہتا ہو کہ میں نے اس جانور کو مسلمان سے ذبح کرایا ہے، تو اِس بات میں اُس کے کہنے کا ہرگز اعتبار نہیں ہے۔ اور اُس گوشت کا کھانا ہرگز درست نہیں ہے اور خریدنا بھی درست نہیں ہے۔

اور اگر کسی مشرک نے یا ہندو نے مسلمان کے ہاتھ سے جانور ذبح کروایا اور وہ جانور مسلمان کی نظر سے غائب ہوا، پھر اُس میں سے خریدنا گوشت کا درست نہیں ہے۔

ہاں اگر بعد ذبح کے، اُس کو اپنی نظر سے غائب نہ ہونے دے اور اُسی وقت اُس میں سے خرید لے، تو درست ہے۔

اور اگر مشرک نے یا ہندو نے ذبح کرایا اور اُس میں سے اُس مسلمان ہی کے سامنے وہ مشرک کھٹیک وغیرہ اپنی بہو بیٹی کے ہاتھ یا کسی اور مشرک ہندو کے ہاتھ اُس گوشت میں سے کسی مسلمان کے گھر بھیج دیوے، اُس کا بھی خریدنا اور کھانا درست نہیں ہے۔

اصل اِس مسئلہ میں یہ ہے کہ بعد ذبح کے مسلمان کی نظر سے اگر گوشت ایک لحظہ بھی غائب ہو جائے گا، اُس کا لینا اور کھانا ہرگز درست نہیں ہے۔

اگر گوشت خدا کے نام پر ذبح کے بغیر حاصل ہو، تو اُس سے پرہیز ضروری ہے:

اب بھائی مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ کھٹیک وغیرہ سے گوشت ہرگز نہ لیا کریں۔ اور اگر لیا کریں، تو اپنے سامنے مسلمان سے ذبح کرا کر اپنی نظر سے غائب نہ ہونے دیا کریں؛ کس لیے؟ (اس لیے) کہ اس طرح درست ہے۔ اور نہیں تو یہ سمجھ لو کہ دنیا مردار چند روز کی ہے، چند روز گوشت سے پرہیز کرنا آسان ہے؛ ورنہ بہشت کی نعمتوں سے محروم رہنا اور دوزخ کی آگ پر صبر کرنا مشکل پڑے گا۔''

[۵]

گوشت کھانا - اخلاقی معیار پر ایک تجزیہ

(تقریر دل پذیر سے ماخوذ)

الف: اخلاق چہارگانہ کا اصول

''چار باتیں اخلاق میں سے ایسی ہیں کہ اُن کی بھلائی میں عالم کو ایسا اتفاق ہے،'' جیسے دن اکے اجالے اور رات کی اندھیرے کے ہونے میں اتفاق ہے۔

۱-''عدل وانصاف، یعنی حق والوں کے حقوق ادا کرنے۔''

۲-''دوسروں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنی۔''

۳-''متانت، یعنی سبک حرکت (جلد باز) نہ ہونا اور بے فائدہ اور بے ہودہ کام نہ کرنے۔''

۴-نفاست اور پاکیزگی۔''

''یہ چار باتیں ایسی ہیں کہ اگر خدائے کریم کسی کو عنایت کرتا ہے، تو اور (لوگ) اُس کی تعریف کیا کرتے ہیں۔......اور جس میں یہ اخلاق نہیں ہوتے، تو سب کے دلوں میں اُس کی طرف سے کشیدگی ہوا کرتی ہے اور سارا جہان اُس کو برا کہا کرتا ہے۔''

ا: عدل: ☆ خداتعالے کے حقوق:

الف-قلبی عبادت: ''خدائے بزرگ کے برابر کسی کو نہ جاننا، اُس کو محبت سے ہر دم یاد رکھنا، اُس کے احسانوں کو نہ بھولنا، اُس کے آگے اپنے آپ کو ہر دم ذلیل وخوار سمجھنا، اُس سے ڈرتے رہنا، اُس کی رحمت سے ناامید نہ ہونا وغیرہ۔''

ب-بدنی عبادت: ''یعنی سجدہ سجود وغیرہ- جو جو تپسیاؤں (بدنی عبادتوں) کے کام خاص اُسی کی تعظیم کے لیے ہوتے ہیں۔''

ج-مالی عبادت: ''یعنی خدا کے محتاج بندوں کو خدا کے دیے ہوئے مال میں سے دینا۔'' (تقریر دل پذیر ۱۵۲،۱۵۳)

حاصل یہ کہ: ''توحید کا اِقرار، ذکر دائم، شکر، خوف و رجا'' ڈر اور امید، بدنی و مالی عبادتیں۔ یہ سب عدل میں داخل ہیں۔ (فخر الحسن گنگوہی: حاشیۂ احمدی ص۸۴)

یہ سب باتیں عدل میں اس لیے داخل ہیں کہ: ''جب ہم خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کو خرید و فروخت وغیرہ کے سبب اپنی ملک تصور'' کرتے ہیں۔ کہ ''اگر اُن کو کوئی ہماری مرضی کے خلاف اپنے استعمال میں لائے، تو اُس کو ظلم سمجھتے ہیں، تو وہ مالک الملک۔ کہ جو اِن کا اصل خالق ہے۔ بدرجۂ اولی مالک ہوگا۔ بل کہ اُس کا مالک ہونا زیادہ مستحکم ہونے کے ساتھ اِس قدر محیط ہے کہ ''ہماری، تمہاری ملک تو فقط مال ہی میں چلتی ہے، اپنے دل اور بدن اور بدن کے آلات: ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ میں'' ملکیت'' کی گنجائش نہیں۔ اِسی لیے'' ''خرید، فروخت، ہبہ (gift)، وصیت، میراث وغیرہ'' جن جن طریقوں سے ملکیت ثابت ہو جایا کرتی ہے، وہ طریقے (انسان کے اپنے) دل، بدن، ہاتھ، پاؤں وغیرہ میں جاری نہیں ہوتے۔ اسی لیے انسان اِن چیزوں کا مالک نہیں ہوتا؛ لیکن'' خدائے مالک الملک سب چیزوں کا مالک...... ہے۔''

خدا کے مالک ہونے کی دلیل: یہ ہے'' کہ سب اُسی کے بنائے ہوئے، عطا فرمائے ہوئے ہیں۔''

اس لیے انسان میں جو رنگ روپ، ہاتھ، پاؤں، اعضاء ساخت، قوت، قدرت موجود ہیں'' اپنے پاس اِن کو ایک مستعار (عارضی طور پر عطا کی ہوئی چیز) سمجھنا چاہیے۔ ''اور سب چیزوں کو اُسی خالق و مالک'' کے کام میں لانا چاہیے۔ ورنہ انصاف کہاں اور عدل کجا؟'' ''ہم اور ہماری ہر چیز خدا کی ملک ہے، تو دل اور بدن اور مال کو اُسی کی مرضی پر'' لگانا عدل ہے۔ (۱۵۴) (فخر الحسن گنگوہی: حاشیۂ احمدی: ۸۴)

۲: دوسرے کے ساتھ احسان: ''شیریں زبانی، ہاتھ پاؤں کی خدمت، زبان کی سعی (کوشش) وسفارش، کچھ بے وجہ دینا، دلانا احسان کے ماتحت گنا جاتا ہے۔''

اِحسان کی حقیقت: ''کیوں کہ احسان کی حقیقت، راحت رسانی'' ہے، تو'' اِن صورتوں میں دوسرے کو راحت کا پہنچنا'' بالکل واضح ہے۔

۳: متانت وسنجیدگی: غیرتِ حیا، ننگ و ناموس کا پاس ولحاظ، واہیات باتیں ترک کرنا'' اور نکمی عمر کا ضائع نہ کرنا، یہ سب متانت کی جزئیات سے معلوم ہوتے ہیں۔''

۴: نفاست و پاکیزگی: ''ناپاکیوں، میل کچیل سے تن بدن، کپڑا، مکان پاک صاف رکھنا اور ناپاک چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرنا، سب نفاست اور پاکیزگی'' میں داخل ہے۔ (۱۵۵)

ب: اخلاق چہارگانہ اور حلال وحرام

پاکیزگی کی میزان پر:-- اکثر مذہبوں میں یہی سنتے ہیں کہ بعضے جانور حرام ہیں، جیسے کہ سور، (ا) عجب نہیں کہ اِسی نجاست کی وجہ سے ہو۔ کیوں کہ نظافت پسند طبیعت کو'' یہ کب گوارا ہوگا کہ جن جانوروں کے گوشت پوست میں پاخانہ رچا ہوا ہو اور شب و روز اِس (قسم کے جانوروں) کی وہی (پاخانہ ہی) غذا ہو، اُس کو شوق سے کھائیں اور مزے

سے''نگل جائیں؟

''اور (پاکیزگی کے علاوہ) یہ بھی احتمال ہے کہ متانت (اور غیرت نہ ہونے کی وجہ سے نیز پرلے درجے کی بے حیائی پائے جانے کی وجہ سے) اِس کا کھانا معیوب سمجھا گیا ہو۔''

شرح اِس اِجمال کی یہ ہے کہ (جس طرح) گرم غذا: کھانے والے کے مزاج کو گرمی کی طرف لاتی ہے اور سرد غذا، سرد بناتی ہے۔''اسی طرح باطنی خصلتیں بھی سرایت کرتی ہیں۔جیسا کہ کئی مقامات پر بتایا جا چکا ہے کہ:''ہر جانور میں یہ غیرت ہے کہ اُس کے جوڑے پر اگر کوئی دوسرا ہم جنس جست کرتا ہے، تو یہ اُس سے بے تامل لڑ مرتا ہے۔'' (۱۵۷) لیکن''خنزیر، کہ ایسا بے غیرت ہے کہ اگر اُس کے سامنے کوئی دوسرا خنزیر اُس کی مادہ'' سے جفتی کرے،''تو یہ کھڑا دیکھے جائے۔''تو بے شک موافق قاعدۂ غذا کے- جو ابھی مذکور ہوا (کہ جو جو اثر غذا میں ہوتے ہیں، تھوڑے بہت کھانے والے میں سرایت کرتے ہیں)- اِس کے کثرت سے کھانے والوں میں بھی یہ عیب (بے غیرتی کا) سرایت کیا کرتا ہوگا۔اور یہ کوئی کہنے کی بات نہیں۔''جو قوم اِسے کھاتے ہیں، اُن کی غیرت وحمیت سب جانتے ہیں۔(۱) متعصبوں کو گو یہ بات بری لگے گی؛ لیکن''منصف (خواہ)- کھانے والا ہی کیوں نہ ہو، خاصیت کی اثر پذیری کی تحقیق کو قدر شناسی کی ہی نظر سے دیکھے گا۔

(۱) یہ بات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے''میلہ خدا شناسی''میں مارچ ۱۸۷۶ء میں اپنی تقریر میں بیان فرمائی جہاں دیگر مذاہب کے نمائندوں اور غیر مسلموں کے علاوہ عیسائیوں اور پادریوں کا ایک مجمع بھی موجود تھا۔کہ''انجیل، تورات میں خنزیر کی حرمت موجود ہے۔ہم دعوی کرتے ہیں کہ اہلِ اسلام میں سے کوئی شخص سور کا گوشت نہیں کھاتا جو اِس جرم کا اِلزام اُس کے سر آئے۔اور نصرانیوں میں سے شاید کوئی ایسا ہو جو اِس گناہ سے بچا ہوا ہو۔'' دیکھیے: مباحثۂ شاہ جہاں پور ص ۱۱۲،۱۱۳ مرتبہ مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ۔ حجۃ الاسلام اکیڈمی ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء۔

جانور کے کھانے کی خوبی وخرابی کا انحصار اخلاق اربعہ پر: اِس سے ایک قاعدہ بہت عمدہ نکل آیا کہ جس جانور میں کوئی صفت''''اِن اخلاق مذکورہ (عدل وانصاف، احسان و بھلائی، متانت اور پاکیزگی) کے'' خلاف''غالب ہوگی، تو اُس کا کھانا''عقل سنجیدہ کے نزدیک پسندیدہ''نہ ہوگا۔اور اگر دو ہوں گے، تو اور بھی ناپسند ہوگا۔''''اسی طرح اگر کوئی فعل ایک خُلق سے اِن چاروں میں سے تعلق رکھتا ہو، تو وہ اُسی کے موافق عمدہ گنا جائے گا۔اور اگر دو یا تین یا چاروں سے مربوط ہے، تو اُسی قدر عمدہ ہوگا۔چناں چہ خنزیر خوری میں چوں کہ دو خرابیاں ہیں: اُس کا کھانا خلافِ نفاست ہی نہیں؛ خلاف متانت بھی ہے، اس لیے اُن جانوروں کے مقابلہ میں جو صرف ناپاک ہیں- اِس کا کھانا زیادہ برا ہوگا۔

۲: گوشت کھانا اور قربانی کرنا: اِس طریقے پر اگر کسی دلیل کامل سے ہم کو اجازت خداوندی، پاکیزہ، اچھی خوبو کے جانوروں کے گوشت کے باب میں ثابت ہو جائے، تو اُس کا کھانا بھی ظلم نہ ہوگا۔(۱) گو اِس بات کے سننے سے ہمارے ملک کے اُن لوگوں کے - جو اپنے مذہبِ قدیم سے واقف نہیں- ایک دفعہ (۲) کو کان کھڑے ہو جائیں گے۔اور عجب نہیں کہ جاہلوں کو یہ گمان ہو کہ یہ کیسی پاپ کی باتیں کرنے لگا۔پر مجھے کسی کی خوشی، ناخوشی سے کیا غرض؟ میں اپنے خیالات پریشاں کو اہلِ انصاف کے سامنے عرض کر کے امیدوارِ تسلیم یا خواست گارِ اصلاح ہوں۔اگر پسند آئے قبول کریں۔نہیں تو اصلاح (فرمائیں، غلط بات کی غلطی بتا دینے) میں تو کچھ مشکل ہی نہیں۔

(۱)''جانوروں کی قربانی خود ہندو اپنے دیوتاؤں کے تھانون پر کرتے ہیں۔......اور جو لوگ یوں کہیں کہ جانوروں کا کھانا اور اُن کو تکلیف دینا ظلم ہے، اُن کو لازم ہے کہ ساگ پات بھی نہ کھایا کریں۔کیوں کہ منو کے شاستر میں لکھا ہے کہ ساگ پات میں بھی جان ہے اور اُن کو دکھ سکھ ہوتا ہے''(فخر الحسن گنگوہی: حاشیۂ احمدی ۸۷)

مذکورہ بالا اصول کی رو سے کہ ’’جو جو اثر غذا میں ہوتے ہیں، تھوڑے بہت کھانے والے میں سرایت کرتے ہیں۔ ازبس کہ شجاعت اور مردانگی جان داروں کا کام ہے، درو دیوار سے مردانگی نہیں ہوتی، جان داروں کے گوشت کھانے والوں اور نہ کھانے والوں میں فرق ظاہر ہے۔‘‘ کہ کھانے والوں میں جو شجاعت ہوتی ہے، وہ نہ کھانے والوں میں نہیں ہوتی۔

ضمیمہ: ہندو دھرم میں یگیہ (قربانی)

’’انسان جب سے اِس دنیا میں آباد ہوا ہے اُس وقت سے آج تک خدا کی حمد و مناجات، اُس کے نام پر نذر و نیاز اور قربانی کرتا چلا آیا ہے۔ انسان اور اُس کے مذہب کی تاریخ جتنی پرانی ہے اُتنی ہی پرانی قربانی کی تاریخ ہے۔‘‘ ویدک دھرم کو دنیا کے قدیم مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی انسان دیوتاؤں’’ کے لیے نذر و قربانی کرتا ہے۔‘‘

’’یجر وید میں قربانی کے ذریعہ سے بے شمار روحانی، جسمانی، ذہنی، خاندانی، معاشی اور سماجی برکات کی اِلتجا کی گئی ہے۔ جس طرح کسان اناج اور غلہ اُگانے کے لیے پہلے، بیج کو زمین میں دفن کرتا ہے، پھر اُس بیج سے اناج حاصل ہوتا ہے، اُسی طرح انسان نیاز اور قربانی دے کر خدا کی نعمتوں کو حاصل کرنے کا مستحق بنتا ہے۔ شریمد بھگوت گیتا میں اِسے اِس طرح بیان کیا گیا ہے:

’’غذا سے جان دار پیدا ہوتے ہیں، غذا بارش سے پیدا ہوتی ہے، بارش یگیہ (قربانی) سے ہوتی ہے، یگیہ عمل سے پیدا ہوتا ہے۔‘‘

’’اِس طریقۂ عبادت میں یگیہ اور بلی کو گراں قدر اہمیت کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ ویدک دھرم میں قربانی کو پوجا پاٹ کے سارے رسوم میں اعلی اور افضل مانا گیا ہے اور اسے نیک زندگی کا ماحصل قرار دیا گیا ہے۔ یجر وید کا بڑا حصہ قربانی کی رسموں سے متعلق ہے۔ قربانی کے دیوتا کی مناجات، قربانی میں استعمال کیے جانے والے سامان، قربانی کے

مقام کی تکریم، قربانے کرنے والے کی ضروریات اور قربانی سے حاصل ہونے والے فوائد پر مشتمل ہے۔ جو لوگ قربانی نہیں کرتے اُن کی زندگی کو بے مقصد اور لا حاصل قرار دیا گیا ہے۔ بھگوت گیتا میں ہے'':

''اے پارتھ جو اِس دنیا میں یگیہ اور عمل کے اصولوں کی پابندی نہیں کرتا، ایسے گناہ آلود اور خواہشات کے غلام کا جینا فضول ہے۔''

ہندو دھرم میں ''دیوتا کسی اور طریقۂ پرستش سے اِس قدر خوش نہیں ہوتے جتنا کہ نذر اور قربانی سے خوش ہوتے ہیں۔ اس لیے پجاری اور شردھالو ہر موقع پر دیوتا کو قربانی پیش کرتا ہے۔...... ویدک دھرم میں قربانی نے اتنی اہمیت اِختیار کر لی ہے کہ اس کو مقصد کا مقام حاصل ہو گیا ہے۔ دیوتاؤں کو بھی دیوتا کا مقام قربانی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔...... ویدوں میں قربانی کو گناہ اور برے اعمال کے کفارہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یجر وید میں ہے:

''جو پاپ ہم نے گاؤں میں کیے ہیں اُن سے پاک ہونے کے لیے قربانی کرتے ہیں۔ جو پاپ ہم نے جنگل میں کیے ہیں اُن سے پاک ہونے کے لیے قربانی کرتے ہیں۔ جو پاپ ہم نے مجلس میں کیے ہیں اُن سے پاک ہونے کے لیے قربانی کرتے ہیں۔ اِن سب کے لیے سواہا (آمین)''

(اِن اقتباسات کا ماخذ یہ مضمون ہے: ''ہندو دھرم اور اسلام میں قربانی کا تصور'' از پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی، ماہ نامہ تہذیب الاخلاق، جلد ۳۴ شمارہ ۹، ستمبر ۲۰۱۵ ص ۷۸-۸۵)